رُوحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

OCT. 1970



BHAGWAN RAM

Price Rs. 1-10

Editor : G.N. NANDA



छत्रपति का एक दृश्य—मातृवत् परदारेषु।

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

اوم دہلی

اندرون بازار اجمیری گیٹ

دسہرہ نمبر

فہرست مضامین

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۷۰ء

چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر 13/- روپے

بذریعہ وی پی 14½ روپے

ممالک غیر کیلئے بذریعہ سمندری ڈاک

بائیس 22/- روپے

بذریعہ ہوائی ڈاک 44/- روپے

رقم بذریعہ فارن منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کریں۔

سمپادک

گورکھ ناتھ نندہ

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے سوز تنویر پریس پٹودی ہاؤس دہلی ۶ سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری مکان نمبر ۶۲۰ ہم سے شائع کیا۔

اوم　　اوم

تیر و کمان والے

(از قلم امیر الشعراء دیوان پنڈت بلاس قمر)

ہر دل تیرا مکاں ہے تیر و کمان والے
پھر بھی تو لامکاں ہے تیر و کمان والے

تو رُوم رُوم میں ہے پھر کیوں کسی سے پوچھیں
کس طرف ہے کہاں ہے تیر و کمان والے

گو مدتیں ہوئی ہیں پھر بھی تیرے جنم کی
گھر گھر میں داستاں ہے تیر و کمان والے

وہ ذات پاک ایشور نرگن سروپ داتا
تیرے سوا کہاں ہے تیر و کمان والے

بندہ نواز تو ہے میں بندۂ حزیں ہوں
کیا چیز درمیاں ہے تیر و کمان والے

یہ تو مجھے بتا دے کیا سن لیا ہے تو نے؟
غمگیں کا جو بیاں ہے تیر و کمان والے

شاداب کب کروگے سُن کر مری دعائیں
پژمردہ گلستاں ہے تیر و کمان والے

اے مہرباں بچالو اپنے کرم کے صدقے
مشکل میں نیم جاں ہے تیر و کمان والے

تیری کماں سے نکلے وہ تیر جو مٹا دے
جو دل میں غم نہاں ہے تیر و کمان والے

شاداب کر قمر کا گلشن کہ اسکا اب تو
اک تو ہی باغباں ہے تیر و کمان والے

اوم　　اوم

دُسہرہ

(از قلم دیوان پنڈت [illegible] داس قمر)

آتا ہے نئی شان سے ہر آن دُسہرہ
بھارت میں خوشیوں کا ہے سامان دُسہرہ

عالم میں مچی دھوم شری رام کی جے ہو
اقبال کا پرچم ہے مری جان دُسہرہ

اُٹھا ہے بھرت سن کے شری رام کی آمد
گاتا ہوا آیا ہے ہنومان دُسہرہ

ہر سال تیری دید ہے رگھوبیر کے درشن
ہے جان تیرے نام پہ قربان دُسہرہ

رہتی ہیں برس تک اسی نوروز کی خوشیاں
گو ایک ہی دن کا ہے یہ مہمان دُسہرہ

آنکھوں میں قمر کے ہے شری رام کی مورت
تیرا ہے مجھے شام و سحر دھیان دُسہرہ

اوم

رام . رام . رام

(گور بانی)

اوم

رام رام سنگ کر بیوہار
رام رام پران آدھار

رام رام رام کیرتن گائے
رمت رام سب رہیو سمائے

سنت جناں مل بولو رام
سب تے نرمل پورن کام

رام رام دھن سینچ بھنڈار
رام . رام . رام کر آدھار

رام رام بسر نہیں جائے
کر کرپا گورو دیا بتائے

رام رام رام سدا سہائے
رام رام رام بولائے

رام رام جپ نرمل بھئے
جنم جنم کے کِل وِکھ گئے

رمت رام جنم مرن نوارے
اُچرت رام بھئے پار اُتارے

سب سے اونچ رام پرکاش
نس باسر جپ نانک داس

ٹ: گورو مہاراج فرماتے ہیں۔ کہ جب سنت جنوں کو ملو۔ تب رام رام یا جے رام جیکی یا جے جے رام کہو۔ رام رام کہنے سے جہاں تمہارا کلیان ہوگا۔ وہاں جاتی کا بھی اُتھان ہوگا۔ رام ساکشات بھگوان وشنو کا اوتار تھے انہوں نے ماتا کوشلیا کو چتر بھج روپ میں درشن دیا۔ بعد میں اسکی اُستتی اور پرارتھنا پر شِشو (بالک) بن گئے۔ وہ مریادا پرشوتم تھے۔ انہوں نے منش روپ دھارن کر کے مریادا اور دھرم کا پالن کیا۔ وہ ہمارے لئے آدرش منش بنے تاکہ ہمیں صحیح معنوں میں منش بننے کا سلیقہ آئے۔ وہ ہندو جاتی میں پرگٹ ہوئے۔ اُنکی جے منانے سے ہی تمام دیش اور ہندو جاتی کی جے ہوگی۔

دھرم کا بول بالا ہوگا۔ اور ادھرم کا ناش ہوگا۔ اور مہاتما گاندھی کے رام راجیہ کا سُتھاپنا سکار تھ ہوگا۔

اوم اوم

شری رام اوتار

بھئے پرگٹ کرپالا دین دیالا کوشلیا ہت کاری
لوچن ابھی راماں تنو گھن سیاماں نج آیودھ بھج چاری
کہہ دو کر جوڑی استتی توری کہی بدھی کروں اننتا
کرونا سکھ ساگر سب گن آگر جیہی گاویں شرتی سنتا
برہمانڈ نکایا نرمت مایا روم روم پرتی وید کہے
اُپجا جب گیاناں پربھو مسکانا چرت بہت بدھی کین چہے
ماتا پنی بولی سو متی ڈولی تجو تات یہ روپا
سنی بچن سجانا رودن ٹھانا ہوئی بالک سُر بھوپا

ہرشت مہتاری منی من ہاری ادبھت روپ وچاری
بھوشن بن مالا نین بسالا سوبھا سندھو کھراری
مایا گن گیانا انیت امانا بید پوران بھنتا
سو مم ہت لاگی جن انوراگی بھیو پرگٹ شری کنتا
مم اُر سوباسی یہ پہاسی سنت دھیر متی تھر نہ رہے
کہی کتھا سوہائی ماتو بجھائی جہی پرکار ست پریم لہے
کیجے ششو لیلا اتی پریہ سیلا یہ سکھ پرم انوپا
یہ چرت جے گاویں ہری پد پاویں تے نہ پریں بھو کوپا

ویاکھیا۔ چیتر کا مہینہ تھا۔ نومی تتھی تھی۔ شکل پکش تھا۔ دوپہر کا سمے تھا۔ نہ بہت سردی تھی نہ گرمی تھی۔ ایسا اُتم سمے سب لوگوں کو شانتی دینے والا تھا۔ شیتل مند اور سوگندھت پون چل رہا تھا۔ دیوتا ہرشت تھے۔ اور سنتوں کے من میں بڑا چاؤ تھا۔ بن پھولے ہوئے تھے ساری ندیاں امرت کی دھارا بہا رہی تھیں۔ جب برہما جی نے بھگوان کے پرگٹ ہونے کا سمے جانا۔ تب اُن کے سمیت تمام دیوتا وِمان سجا سجا کر چلے۔ نرمل آکاش دیوتاؤں سے بھر گیا۔ گندھرو گان کرنے لگے۔ اور پُشپ برسانے لگے۔ آکاش میں نگاڑے بجنے لگے۔ ناگ منی اور دیوتا استتی کرنے لگے۔ سمست لوگوں کو شانتی دینے والے جگت آدھار پربھو پرگٹ ہوئے۔

(۱) دینوں پر دیا کرنے والے کوشلیا کے ہتکاری کرپالو پربھو پرگٹ ہوئے۔ منیوں کے من کو ہرنے والے اُن کے ادبھت روپ کا وچار کر کے ماتا ہرش سے بھر گئی۔ نیتروں کو آنند دینے والا میگھ کے سمان شیام شریر تھا۔ چاروں بھجاؤں میں اپنے خاص آیودھ (ہتھیار) دھارن کئے ہوئے تھے۔ زیور بھوشن اور بن مالا پہنے تھے۔ بڑے بڑے نیتر تھے۔ اس پرکار شوبھا کے سمندر تھا کھر راکھشس کو مارنے والے بھگوان پرگٹ ہوئے + (نوٹ) = آج کا مغرب زدہ ہندو یہ اعتراض کرتا ہے کہ بھگوان ماتا کے گربھ میں کیوں آئے۔ وہ تو جنم مرن سے رہت اور سرو ویاپک ہیں۔ انکی شنکا اس پہلے شلوک سے نرمول ہو سکتی ہے یعنی بھگوان عام جیووں کی طرح ماں کے گربھ میں نہیں آئے بلکہ ماتا کے سامنے وہ چتر بھج وشنو کے روپ میں پرگٹ ہوئے۔ اور انکا سروپ بڑا ادبھت تھا۔ انکے چار بازو تھے اور گدا پدم۔ سنکھ اور چکر اُن کے چاروں ہاتھوں میں تھے۔ اور جب بھگوان کرشن پرگٹ ہوئے تب بھی انکا یہی سروپ تھا۔ وہ بھی ماتا دیوکی کے روبرو چتر بھجی روپ میں پرگٹ ہوتے تھے اور اس کو خود ہی کہا تھا کہ وہ جب

بالک روپ بنا دیں۔ تو اُن کو گوکل میں پہنچا دیا جاوے۔ وہاں ماتا جسودھا کے ہاں لڑکی کا جنم ہوا ہے اُس کو اُٹھا لاویں۔ وغیرہ وغیرہ :- مطلب یہ کہ بھگوان پرگٹ ہوتے ہیں۔ جنم نہیں لیتے۔ نرسنگھ بھگوان بھی پرگٹ ہوئے تھے جنم نہیں لیا تھا۔ اپنے سناتن اتہاس کو شردھا اور وشواس سے پڑھنا چاہیئے تاکہ اوتار واد پر کسی طرح کی شنکا من میں اُتپن نہ ہو۔

(2) جب ماتا کوشلیا نے چتربھج روپ میں بھگوان کو اپنے روبرو دیکھا تو وہ اُنکی اُستتی کرنے لگی۔ وید اور پران تم کو مایا۔ گن اور گیان سے پرے اور پرتیا رہت بتلاتے ہیں۔ شرتیاں اور سنت جن دیا اور سُکھ کا سمندر سب گنوں کا دھام کہکر جن کا گان کرتے ہیں وہی بھکتوں پر پریم کرنے والے لکشمی پتی بھگوان (وشنو) میرے کلیان کے لیئے پرگٹ ہوئے ہیں۔

(3) وید کہتے ہیں کہ تمھارے ایک ایک رُوم میں مایا کے رچے ہوئے انیکوں برہمانڈوں کے سموہ بھرے ہیں۔ وہ تم میرے گربھ میں رہے۔ اِس ہنسی کی بات کے سُننے پر دھیر وویکی پُرشوں کی بُدھی بھی استھر نہیں رہتی وچلت ہو جاتی ہے۔ جب ماتا کو گیان اُتپن ہوا تب پربھو مُسکرا ئے۔ وہ بہت پرکار کے چرتر کرنا چاہتے ہیں۔ اسلیئے اُنہوں نے پچھلے جنم کی سُندر کتھا کہکر ماتا کو سمجھایا۔ جس سے انہیں پُتر کا تسلیہ پریم پراپت ہو یعنی بھگوان کے پرتی پُتر بھاؤ ہو جاوے۔ (پھر اُنہوں نے اپنی مایا کا پر بھاؤ ڈالا۔)

(4) ماتا کی وہ بُدھی بدل گئی تب وہ پھر بولی :- ہے تات ! یہ روپ چھوڑ کر اتینت پریہ بال لیلا کرو۔ یہ سُکھ میرے لئے پرم انوپم ہوگا۔ ماتا کا یہ بچن سُنکر دیوتاؤں کے سوامی سُجان بھگوان نے بالک روپ ہو کر رونا شروع کر دیا۔ تُلسی داس جی کہتے ہیں۔ جو اِس چرتر کا گان کرتے ہیں وہ شری ہری کا پد پاتے ہیں۔ اور پھر سنسار روپی کوپ میں نہیں گرتے۔

نوٹ :- جب بھگوان نے ماتا کوشلیا کو چتربھج (وشنو) روپ میں درشن دیا۔ تو ماتا نے اُنکی اُستتی کی لیکن پھر یہ کہا۔ کہ بھگوان دُنیا کے لوگ آپ کی مایا کو جان نہیں سکتے۔ جب لوگوں کو پتہ لگے گا کہ بھگوان کوشلیا کے گربھ میں رہے تو اُنکو یہ بھرم ہو جائیگا کہ سروشکتیمان سروویاپک بھگوان بھلا منش روپ کیسے آ سکتے ہیں۔ اِس لیئے کرپا کر کے اپنا روپ بالک کا سا بنا لیویں۔ تاکہ لوگ کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں۔ بھگوان نے ماتا کو اُس کے پچھلے جنم (منو اور شترُوپا) کے کٹھن تپ کی یاد دلائی اور اپنا وعدہ بھی بتایا کہ میں نے اُس وقت تمھاری اِچھا کے انوسار یہ ور دیا تھا کہ اگلے جنم میں میں تمھارے گھر پُتر روپ میں پرگٹ ہونگا۔ چنانچہ وہی وعدہ میں نے پورا کر دیا ہے۔ اب تمھاری اِچھا کے انوسار میں بالک روپ دھارن کرتا ہوں اور اپنی لیلائیں دکھاتا ہوں۔ چنانچہ وہ بالک روپ بن گئے اور جیسے جنمتے وقت بچے روتے ہیں۔ ویسے ہی رونا شروع کر دیا۔ جس کو سُنکر محلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اب جو لوگ اوتار واد کو نہیں مانتے اُنکو وچار کرنا چاہیئے کہ بھگوان گربھ میں آتے تو عام بالکوں کی طرح شیشو سے ہوتے کیا کسی نے آج تک ایسا بالک دیکھا ہے جو بھگوان وشنو کی طرح چار بھجاؤں والا ہو۔ بھگوان جب پرگٹ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی مایا کو آدھین کر کے اپنا ادبھت روپ پرگٹ کرتے ہیں۔ یہی تو اُن کی اپرمپار لیلا ہے۔ جسکو سوائے بھگتوں کے اور کوئی جان نہیں سکتا۔

اوم

نرنکار کا رُوپ ساکار آیا

(امیر الشعراء دیوان پنڈی داس جی قمر)

جگت کا سہارا شری رام رگھبر — کوشلیا دُلارا شری رام رگھبر
وہ آنکھوں کا تارا شری رام رگھبر — ہے رکھشک ہمارا شری رام رگھبر

نرنکار کا رُوپ ساکار آیا
اُجودھیا کا گلزار جس نے کھلایا

فلک سے زمیں پر گل افشانیاں ہیں — کہ خود خالقِ عرش رحمت فشاں ہیں
قدمبوس جھک جھک کے سات آسماں ہیں — شبِ غم میں انوار جلوہ کناں ہیں

اوم

رام نام مہما

(بانی گورو گرنتھ صاحب. محلہ ۴)

جھم جھم جھم جھم برسے امرت دھارا رام
رام نام پیارا جگت تستارا رام نام وڈیائی
بلت پلت رام نام سُہیلے گورمکھ کرنی ساری
جنی رامو رام نام وساریا سے منمکھ مورکھ بھاگی رام
مایا من لاگی موڑھ بھئے ابھاگی جن رام نام نہ بھایا
جہاں وکھم جنم نیتھ دوہیلا کاڑھت موہ اندھیارا
رامو رام نام گورو رامو گورمکھ جانے رام
من اکت گھر آنے سب گن مت جاہر رامو نام سہاگے
رامو رام رمو رم اجاگن کہنتیاں انت نہ پایا
جن انتر رام نام وسے تن چنتا سب گوایا رام
من چندیاں پھل پایا رام نام دھیایا رام نام گن گائے

گورمکھ گورمکھ ندری رام پیارا رام
کلجگ رام نام بوہتھا گورمکھ پار لگائی
نانک دات دیا کر دیوے رام نام نستاری
تن انتر موہ دیا لپے کھن کھن مایا لاگی رام
انیک کرم کرے ابھیمانی ہر رامو نام چرایا
نانک گورمکھ نام دھیایا تا پائے موکھ دوارا
ایہہ مت واکھن اوکھ پیا نی بھرم دا اکت گھر آئے رام
جن کی ٹیچ رکھے رام نام ہر پرکاش ادھار ترلئے
نانک رام نام سُن بھینے رام نام سمایا
سب ادکھ سب باز ہرم ملے من چندیاں سو پھل پایا رام
دُرمت گوبدھ گئی سُدھ ہوئی رام نام من لائے

سپھل جنم مہر پر سب ہو ئیا جت رام نام پرکاسیا
جن سمرتھا رام نام لگی تن و من جت نہ لایا رام
رام نام من بھائیا پرم سکھ پائیا انت چنڈیاں نال سکھائی
رام نام اس جگت میں تلہا جم کال نیڑنہ آوے
گورسکھ سکھ گورو ہے ایکو گور اپدیش چلائے

نانک ہرجیح سدا دن راتیں گورمکھ بنج گھرواسیا
جے دھرتی سب کنچن کر دیجے بن ناویں اور نہ بھائیا رام
رام نام دھن پونجی سنج ناڈوبے نہ جانی
نانک گورمکھ رام پچھاتا کرکرپا آپ ملاوے
رام نام منتر ہردہ دیوے نانک ملن سوبھائے

لوٹ :- گورو گرنتھ صاحب کی تقریباً ایک ایک لائن میں رام نام کا شبد آتا ہے نہ معلوم اس گرنتھ پر شردھا رکھنے والے کیوں رام نام منتر کا جاپ اور بھگوان رام کا بھجن نہیں کرتے اور نہ ہی رامائن کا پاٹھ ہی کرتے ہیں۔ حالانکہ دسویں پادشاہی گورو گوبند سنگھ جی نے سپشٹ شبدوں میں رامائن کی مہما گائی ہے۔

رام کتھا جگ جگ اٹل سب کوئی بھاکھت نیت
جو ایہہ کتھا سنے اور گاوے
بشن بھگت کی ایہ پھل ہوئی

سورگ باس رگھوبر کیا سگری پری سمیت
دکھ پاپ تیہہ نکٹ نہ آوے
آدھ بیادھ چھو سکے نہ کوئی

گورو تیغ بہادر جی کے آخری شبد جو انہوں نے شہید گنج دہلی میں کہے تھے:-

بل چھٹکیو بندھن پڑے کچھو نہ ہوت اپائے
سنگ سکھا سب تج گئے کوؤ نہ نبھیو ساتھ
رام نام ار میں گہیو جا کے سم نہیں کوئے

کہو نانک اب اوٹ ہر گج جیوں ہو ہو سہائے
کہو نانک ایہہ بپت میں ٹیک ایک رگھوناتھ
جہہ سمرت سنکٹ مٹے درس تہارو ہوئے

کلجگ کیول نام آدھارا　　چیت چیت نر اترہیں پارا

لوٹ :- گج ہاتھی کو کہتے ہیں۔ یہ ایک مشہور پورانک کتھا ہے جسکو ہر ہندو جانتا ہے۔ گورو مہاراج کے یہ شبد ثابت کرتے ہیں کہ انکو پورانک گرنتھوں پر کسقدر شردھا اور وشواس تھا۔

انگریزوں کی حکومت سے پہلے ہندو اور سکھ دو علیحدہ مذہب نہیں سمجھے جاتے تھے۔ لیکن انکی کٹل نیتی سے آج سوائے چند سمجھدار لوگوں کے باقی تمام لیڈر تفرقات بڑھا کر قوم اور دیش کی یکجہتی کو بے حد نقصان پہنچا رہے ہیں۔ کوئی وقت تھا جب ہر ہندو گھرانے میں سب سے بڑے لڑکے کو سکھ بنانا ایک متبرک اور دھارمک فرض سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب ہر سمجھدار ہندو محسوس کرنے لگا ہے کہ اکالی پنتھ اب سکھ دھرم کا نمائندہ نہیں رہا۔ اس لئے اپنے لڑکوں کو سکھ بنانا گویا ہندو دھرم سے متنفر کرنا ہے کیونکہ اکالی پنتھ اپنی سناتن مریاداؤں کو تلانجلی دیکر ام اور کرشن کی نندا کرنے میں اپنی بڑائی خیال کرنے لگا ہے۔

حالانکہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنے دسم گرنتھ میں رام اور کرشن کو اوتار تسلیم کیا ہے۔"

مکار دشمن انگریز کی کٹل نیتی نے ہمارے دماغوں پر کتنا بھیانک اثر کیا ہے۔ اکالی سکھ اب مندروں میں جانا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور ادھر ہندو بھی اب گوردواروں میں جانا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ جہاں رام اور کرشن جیسے مہاپرشوں کی نندا ہو۔ اور جہاں مورتی پوجا اوتار واد۔ شرادھ ترپن۔ اور ویدوں کی تعلیم کا ورودھ ہو۔ وہاں ہندو جا کر کیا کریں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

دشمن بات کرے ان ہونی۔

مکار دشمن انگریز نے پتا پتر ہیں۔ بھائی بھائی ہیں۔ استری پرش ہیں۔ مالک اور نوکر ہیں۔ نفرت کا سبق دیکر اس پوتر بھارت ورش کی پراچین سبھیتا اور سناتن ویدک دھرم کی جڑوں کو ہی کھوکھلا کر دیا ہے۔ اپنے دھرم شاستروں پر ہماری شردھا نہیں رہی۔ اور ہم شتر بے مہار کی طرح ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں:۔

کبھی آنند پوریئے کبھی سمت اوادی۔ کبھی پریم سماجی ۔

کبھی اکالی۔ کبھی رادھا سوامی کبھی نرنکاری۔ کبھی برھما کماریاں اور دیگر بے شمار پنتھوں کی شرن لیتے ہیں۔ لیکن آتم گیان اور شانتی کی کہیں سے بھی پراپتی نہیں ہوتی۔ سناتن ویدک دھرم سے متنفر ہو کر ہم گورو ڈم کے بھیانک جال میں پھنس گئے ہیں۔ ان پنتھوں میں بیشتر تو یہی سبق دیتے ہیں۔ کہ گورو کی شرن آجاؤ۔ گورو ہی پرمیشور ہے۔ گورو روپ میں بھگوان ساکھشات پرگٹ ہو چکا ہے۔ ماس شراب وغیرہ اندریوں کے بھوگوں میں کوئی برائی نہیں ہے۔ کھاؤ پیو اور موج اڑاؤ EAT DRINK AND BE MARRY یہ جنم بار بار نہیں ملیگا۔ گورو مہاراج تمہیں اس سنسار سے تار دینگے۔ مرنے کے بعد تمہاری روح کے ساتھ وہی ہونگے۔ مندروں میں جا کر پتھروں کی پوجا کرنا۔ نیز جپ تپ اور بھجن سب بیسود ہیں۔ جب گورو کے روپ میں ساکھشات پرماتما پرگٹ ہو چکے ہیں۔ تو رام۔ کرشن۔ گورو نانک وغیرہ کو اوتار مان کر ان کی استتی اور پرارتھنا کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔ وہ تو اس سنسار میں اب ہیں نہیں۔ اسلئے جو پرماتما تمہارے روبرو (گورو) پرگٹ ہے۔ صرف اسکو ہی پرمیشور مانو۔ بھگوان کرشن کی بنائی ہوئی گیتا غلط ہے۔ ہمارے (برھما کماریوں کے) گورو کی بنائی ہوئی گیتا ہی بھگوان (اشور) کی سچی گیتا ہے۔

یہ سب نئے نئے پنتھ کیوں جاری ہوئے؟ اسکی تمام ذمہ داری آریہ سماج اور اکالیوں پر ہے۔ اکالی پنتھ اور آریہ سماج نے سناتن رشیوں کے سدھانتوں کا ورودھ کیا۔ لوگوں میں اشردھا بڑھی اور تقریباً سب ہندو اور سکھ اپنے سناتن ویدک دھرم سے متنفر ہو گئے۔ اب نہ کوئی آریہ سماج میں جاتا ہے۔ نہ مندروں میں۔ گورو گرنتھ صاحب کے اکھنڈ پاٹھ تو کرائے جاتے ہیں۔ لیکن گوروؤں کی تعلیم پر کسی کا بھی عمل نہیں۔ کیونکہ گورو گرنتھ صاحب کی بانی کو سمجھنے کے لئے ویدانت کے گرنتھوں کا سوادھیائے ضروری ہے۔ جن کو پڑھنا اور سننا تو درکنار دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھا جا رہا ہے۔ گورو گرنتھ وید شاستر اور پورانوں کا سار ہے۔ اسکو سمجھنے کے لئے وید شاستر۔ پوران۔ اور ویدانت گرنتھوں کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ صرف طوطے کی طرح بانی رٹ لینے سے آتم گیان کی پراپتی اسمبھو (ناممکن) ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ　　(اوم)　　قسط نمبر ۸

ایشاواسیہ اپنشد

(مترجم شری جسونت رام جی)

میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں۔ ٹٹولتا ہوں۔ جانتا ہوں۔ ان کسوٹیوں پر پورا اترنا تو کیا۔ پاسنگ بھی تو نہیں ہوں۔ پھر بھی غرور کرتا ہوں کہ میں انسان ہوں۔ شاید میں سمجھتا ہوں کہ میں اونچا اٹھ رہا ہوں۔ دنیا میری طرف جھکنے لگیگی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں گرتا جا رہا ہوں اور وہ دن نزدیک ہے۔ جب سب مجھے ٹھوکریں ماریں گے۔ کاش کہ میں سمجھوں کہ غرور انسانیت نہیں عمل حیوانیت ہے اور میں حیوان نہیں۔ اس لئے عمل حیوانیت مجھے شوبھا نہیں دیتا۔

انسانیت عمل ہے۔ فرض ہے۔ کرم ہے۔ یہ عمل ہر کسی کے لئے لازمی ہے۔ اس کے بغیر دنیا کی تخلیق جاری نہیں رہ سکتی۔ انسان کیا خود بھگوان بھی) عمل کے بغیر نہیں رہتے تبھی تو گیتا میں (ادھیائے تین شلوک ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔) بھگوان شری کرشن جی فرماتے ہیں:- "میں اپنے لئے کچھ خواہش اور تمنا نہ ہوتے ہوئے بھی۔ کیونکہ مجھے کبھی ہی کسی چیز کی نہیں۔ پھر بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ کئے جاتا ہوں۔ اسلئے نہیں کہ کچھ ملیگا۔ بلکہ اس لئے کہ ایسا کرنا فرض ہے۔ میں سب سے بڑا ہوں۔ عالم میں سبھی بڑوں کی پیروی کرتے آئے ہیں۔ بچے باپ کے نقش قدم پر چلنا سیکھتے ہیں۔ استاد سے ہی تو شاگرد سیکھتے ہیں۔ میں بڑا ہو کر اگر خود ہی کچھ نہ کروں۔ تو میری مخلوق میری اولاد بھی یہی سیکھے گی۔ اور اگر سب اپنا کرم چھوڑ دیں۔ تو سنسار کا چلنا ہی ختم ہو جائیگا۔

ابھی ہم زندگی کی چار منزلوں کی تقسیم اور ہر پڑاؤ کے بعد منزل مقصود پر پہنچنے کی بحث کر رہے تھے۔ اس دوسری منزل پر ابھی اتنا ہی اکتفا کرتے ہیں کہ یہ عمل کی منزل ہے۔ اس پر آخر میں پھر بحث کرینگے۔

تیسری منزل بان پرستھ آشرم۔ منزل ریاض۔ زندگی کا تیسرا پڑاؤ۔ 25 سال تک گرہستھ کے آرام و آسائش دیکھنے اور ہر قسم کے لذات لوٹنے کے بعد کیا دل بھر جاتا ہے۔ نہیں۔ وہ تو چاہتا ہے کہ زندگی بھر ایسے مزے لوٹتا ہی رہوں۔ یہ زندگی کا نصب العین صرف ادھوری زندگی ہی تو نہیں۔ اسی لئے تو اس کا بھی عرصہ تعین کر دیا گیا۔ کہ انسان جاگے گرہستھ کے چکر سے ذرا نکل کر۔ ایک طرف بیٹھ کر سوچے۔ بچار کرے۔ 25 برس تک کیا کیا اس نے۔ کہاں ٹھیک چلا۔ کہاں ٹھوکریں کھائیں۔ اپنی غلطیوں کیلئے پشچاتاپ کرے۔ تیاگ نہیں عمل سے بلکل علیحدہ سے مجرد رہتے ہوئے۔ اپنی خواہشات کو عمل ریاضت سے مارتے ہوئے اپنی آتما کو سنسار میں اور سنسار کو اپنی آتما میں دیکھتے ہوئے: اور اس سے اوپر اپنے مخزن ہر گم کی آرادھنا کرتے ہوئے جہاں آخر کار مل جانا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے عمل سے پاکیزہ کرے۔ زبان سے نہیں۔ دکھاوے کیلئے نہیں۔ بلکہ سچے دل سے۔ دنیا کے لئے ایک مشعل ہدایت بن کر۔

جس سے سبکو روشنی حاصل ہو۔ جو جہاں جائے۔ ایک نورانی چراغ ہو۔ سب سبق حاصل کریں۔ وہ خود اپنے آپ کو سمجھ لے۔ ایسے کہ دُوئی اُٹھ جائے۔ وہ خود منزل بن جائے۔ معبود بن جائے۔ تب پھر

۴۔ سنیاس آشرم۔ آخری منزل آگئی۔ ۷۵ برس کی آخری منزل۔ اُس نے اپنے آپکو سمجھ لیا۔ اُسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی ایشور ہے۔ اُسے کسی سے خاص محبت نہیں لگاؤ نہیں تعلق نہیں۔ تو کیا آلسی بن جائے؟ نہیں۔ وہ پھر بھی کرم کرتا رہتا ہے۔ وہ باپ کی طرح سب سے محبت کرتا ہے۔ بے فکر بے لگاؤ۔ ہر کہیں جاتا ہے۔ باپ کی طرح اولاد کی خدمت کرنے کے لئے بے غرض سیوا کا مجسمہ۔ ہر آتما اُسکی اپنی آتما ہے۔ ہر جگہ وہ نور ہے۔ کوئی اُسے سر پر اُٹھاتا ہے۔ اُسے خوشی نہیں۔ کوئی اُسے ٹھکراتا ہے۔ اُسے غم نہیں۔ وہ آزاد ہے۔ دُنیا کی نعمتیں ہاتھ باندھے اُسکے آگے بسجود رہتی ہیں۔ وہ مست ہے۔ اُس کا دل نہیں پھسلتا۔ وہ عالم کو فیض دینے کے لئے فیضی ہے۔ وہ خود فیض ہے۔ اُسے فیض سے کیا۔ اُس کے دروازے ہر کسی پر کھلے ہیں۔

یونہی گذار کر عمل میں۔ نہ کرتے ہوئے بھی سب کچھ کرتے ہوئے۔

خواہشات سے اُوپر اُٹھکر۔ انسان اپنی انسانیت سے سَو سال جی کر۔ انسان سے برہم ہوکر برہم میں ملسکتا ہے اپنی راہ پر چلتے ہوئے۔ اور اگر وہ راہ سے بھٹک جائے۔ تو بھٹکے ہوئے راہ گذر کو کیا کچھ پریشانی اُٹھانی نہیں پڑتی۔ اور ہمارے شاستروں کے مطابق تو چوراسی لاکھ جنموں کا چکر ہے۔ ویسے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف اقسام کے ذی روحوں کی گنتی ہی ناممکن ہے۔

حقیر بھاوؤں میں بھی روح کی موجودگی کی کچھ وجہ تو ہونی ہی چاہئیے۔ کرم سے گر جانے کا ہی کارن ہے۔ راہ سے بھٹک جانے پر پریشانی ضروری ہے۔ خواہ وہ جنموں کا چکر ہے یا کچھ اور۔ پر ہے تو ضرور۔

ایسے ہی زندگی کا لائحہ عمل ہر مذہب میں الگ الگ ہو سکتا ہے۔ مقام اور وہاں کی آب و ہوا کے لحاظ سے خوراک اور لباس بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ رسم و رواج بھی الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے۔ وہ ایک سی ہے سب ایک ہی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ بھی کھائیں ایک ہی طرح سے کھاتے پیتے ہیں۔ بڑے ہوتے ہیں اور مرتے ہیں ہر جگہ ایک سی آشائیں باندھی جاتی ہیں۔ ایک ہی مخزن سے آنے والی رُوحیں پھر اپنے مخزن سے ملنے کیلئے واپس مڑ جاتی ہیں۔ یہ عمل تو چلے گا ہی۔ منزل سے اُٹھی ہوئی آتما واپس منزل پر پہنچے گی ہی۔ لیکن کیسے پہنچے۔ بغیر چلے تو منزل نہیں ملتی۔ اسی کے لئے ایشو اپنشد کے اس دوسرے منتر میں تلقین کی گئی

कुवन्नेवेहकर्मा

یہاں اس عالم میں اپنے فرض کو انجام دو۔

एवं त्वयि

تم ایسے ہو ایسا تمہیں سمجھنا چاہئیے۔

इतः प्रन्यथान प्रस्ति

اس کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ کرم ہی تو تمہارا صحیح راستہ ہے۔ ٹھیک راستہ پر عمل پیرا ہو۔ بے راہ نہ ہو۔ آئیے اب اور وچار کریں۔ کہ ٹھیک راہ کیا ہے۔ اور بے راہ ہونا کیا ہے۔

(باقی پھر)

اوم　　اوم

جامِ وحدت

(از قلم شری سوامی پری پورنا نند جی پورن)

جرعۂ مے سے ہوا ہوں دیوانہ اور مستانہ بھی
جامِ وحدت نے کئے ایک کعبہ اور بتخانہ بھی

صد بار ہوں فدا قدموں پہ ساقی کے ہیں نثار
دل میں ہی دکھایا جس نے معشوق اور میخانہ بھی

جی بھر کے ہوں پیتا مئے توحید مسجد میں
دھوتا ہوں مصلّا اور تسبیح کا ہر اک دانہ بھی

ملتا نہ تھا جس کا کوئی نشاں جستجو سے بھی
فضلِ مرشد نے کیے ہیں اب تالاں دیوانخانہ بھی

اپنی ہی خودی کے تھے آثار یہ اپنا ہے وہ غیر ہے
بحرِ وحدت میں ہوئے گم اب اپنا اور بیگانہ بھی

جامِ وحدت سے ہوا ہوں مجذوب میں اس قدر
خود بن گیا ہوں سب کچھ ساقی سبو اور پیمانہ بھی

مظہرِ ہستی و علم و سرور ہے سب کچھ یہاں
مجھ سے نہیں جدا کچھ اس انبار کا اک دانہ بھی

عشق کا شعلہ بھڑک کر رختِ خودی جلا گیا
اب ہوئے یکتا ہیں دونو شمع اور پروانہ بھی

اپنی ہی ذات سے ہوں پورنؔ اور دستِ بہ دعا ہوں
آیا ہے تو ساقی اور تیرا میخانہ بھی

قسط ۳　اوم

مہرشی بامدیو کی کتھا

سلسلہ کیلئے دیکھو پرچہ اگست صفحہ ۹

از قلم آتم درشی باوا نگینہ سنگھ جی بیدی"

پھر اُس نے بیان کیا کہ اے بھائیو! تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ سنکادک منیوں کے پاس آتما کی تعلیم پاتا تھا۔ اور تم بھی پلتے تھے۔ لیکن مجھے بھاوی جنم کا روگ تھا۔ اس لئے سنکادک منیوں کی کلام کافی تاثیر نہیں کرتی تھی۔ اور یہ پردہ بغیر دوسرے جنم کے واقع ہونے کے قابل نہیں تھا کیونکہ مجھے آتما نقد ملتا؟ جس طرح تخم بویا گیا ہو۔ اور اُس پر پتھر رکھ دیا ہو۔ تو کیونکر انگوری لا سکتا ہے۔ بھاوی جنم کا پاپ میرے دل میں ایک سخت پتھر تھا۔ جو کچھ کہ سنکادک منیوں نے دل کے کھیت میں بویا اُسوقت انگوری نہ لایا۔

اب جو میں تم میں سے سو گیا اور دوسرے جنم میں اُٹھا۔ تو آنے والے جنم کا پتھر ختم ہوا۔ شاہی تعلیم کا بیج انگوری لایا۔ اب میں اپنے آتما کو انہیں کے کلام سے نقد پاتا ہوں اور میں تصدیق کرتا ہوں۔ "میں ہی منو ہوں۔ میں ہی سورج ہوں۔ بلکہ سب میں سب کچھ ہوں"۔

اے بھائیو! میں حل ہو... میں دیکھتا ہوں کہ میں ازل سے بار بار ان دیوتاؤں بلکہ کیا چرند کیا پرند کیا حیوان کیا کیڑے پتنگ سب کی جونیوں میں جو بیشمار ہیں بے شمار دفعہ آیا۔ کبھی دیوتا۔ کبھی گندھرپ۔ کبھی سورج کبھی پرجاپت۔ کبھی انسان کبھی گائے کبھی گھوڑا۔ اونٹ وغیرہ ہوا ہوں جنکی میں اب گنتی تمہیں بتلا نہیں سکتا۔ اگرچہ میں دیکھتا نقد ہوں"۔

اے بھائیو! میں ازلی اس سنسار میں جونیاں پلٹتا چلا آیا ہوں۔ جو ایک سخت لوہے کے پنجرہ کے موافق کہا جا سکتا ہے اور میں زور آور شہباز کی طرح اُس سنسار پنجرہ میں مقید تھا۔ اگرچہ وہ سنسار روپی پنجرہ فولاد سے بھی سخت ہے۔ تو بھی مجھ زور آور شہباز کی قوت بازو کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا تھا۔

لیکن مجھے اودیا کے سبب اور اُس پنجرہ کیساتھ محبت کے باعث پنجرہ سخت سا ہو رہا تھا۔ جو ٹوٹتا نہیں تھا۔ اب میں سنکادک منیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے آتم بل کی تعلیم دی اور مجھے بتلا دیا کہ تو ایک زور آور شہباز ہو۔ یہ سنسار کی قید تم میں کہاں ہے۔ کیا کہیں شیر بھی تار خام سے قید ہو سکتا ہے۔ کیا زور آور شہباز بھی خام ڈوروں میں بندھا رہتا ہے؟ مگر میں بہ سبب آنے والے جنم کی روکاوٹ کے یقین نہیں کرتا تھا۔ قبول تو کرتا تھا۔

اب جو روکاوٹ کا پتھر خود بخود رفع ہو گیا۔ اور اُنکی تعلیم کا تخم حل میں انگوری لایا ہے میں نے مدماتے (مست) شہباز کی طرح آتم بل سے اس پنجرے کو توڑ دیا۔ اور نقد آتما پایا۔ اب میں سب کچھ سب سے الگ آزاد مطلق ہوں۔ آمین!

ایسا بامدیو حمل میں بولا۔

تعجب مت کرو۔ اپنے آتما کی پہچان کی مہماں ہے۔ کہ میں اپنے آپ کو سرب روپ دیکھتا ہوں۔ اور یہی معرفت ہے

جو اِس فضل میں بھی داخل کرتی ہے۔ اور وہ یگ اور تپ جو میں کرتا تھا۔ اُن کا پھل ہے۔ کہ میں حمل میں بولتا ہوں۔ میری مایا کا یہی قدرتی قانون ہے۔

اے بھائیو! جو کچھ کہ سنکادک رشیوں نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ سچ ہے۔ اُس پر غور کرو۔ اور غور کر کے یقین کرو۔ تم بھی فضل پاؤ گے۔ تمہارے دلوں میں پاپ اور انکار ہے۔ جو فضل میں نہیں آئے۔ کیا تم اب میری شہادت نہیں دیکھتے۔ کہ میں اُس فضل کے سبب سے کیسی عجیب طاقت میں آیا ہوں۔ کیا کوئی حمل میں بھی بات چیت کر سکتا ہے۔؟

دیکھو میں تمہارے سامنے حمل میں جو ابھی جنا نہیں گیا بولتا ہوں۔ اور اُس بڑے فضل کی تصدیق کرتا ہوں کہ میں سب کچھ ہوں۔ کیا میں بھی جب تم میں تھا تمہاری طرح نہیں ڈرتا تھا۔ کہ یہ خدائی دعویٰ ہے۔ ہم عاجز بندہ انسان ہیں۔ پر اب جو اپنے آتما کی پہچان پائی اور بدنوں اور جونیوں کو مثل لباس کے بدلتا دیکھا۔ تو تصدیق کرتا ہوں کہ "میں ازلی ابدی۔ اوّل۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن ہوں"۔ اے موت تیرا ڈنک کہاں؟ اے چتا! تیری جلن کہاں؟

اے بھائیو۔ ! دنیا مجھے یوں دکھائی دیتی ہے جیسا کہ ایک بھات کا لقمہ ہوتا ہے۔ اور ملک الموت جیسے تم یم راج بولتے ہو۔ ایک چٹنی ہے اور میں اُسے یوں کھاتا ہوں جیسے ایک ذرہ سا وہ آدمی ایک لقمہ کے ساتھ کھا جاتا ہے اور مزے دار تصدیق کرتا ہے۔ یہ دعویٰ خدائی نہیں۔ بلکہ میں اپنے آتما کی بڑائی کرتا ہوں۔ یہ تکبر نہیں بلکہ میری کبریائی ہے۔"

میں بھی جب تک تم میں تھا۔ اپنے جسم کی معرفت سے جو کمزوری تھی۔ تمہاری طرح ڈرتا تھا۔ اور اس تصدیق کو کفر خیال کرتا تھا۔ مگر تم سے بڑھ کر یہ فرق تھا کہ میں سنکادک منیوں کے قول کو مانتا تھا۔ اگرچہ کامل یقین نہیں کرتا تھا اس وجہ سے میں نے اب فضل پر فضل پایا۔

میں سچ کہتا ہوں وہ جو تمہیں ڈراتے ہیں۔ کہ یہ تصدیق کفر ہے۔ وہ روح کے شاگرد ہیں اور وہی کفر میں ہیں۔ اور یہ تو عین آتما کی پہچان ہے۔ وہ روح خود نہیں سمجھا۔ دوسروں کو کیا بتلاوے۔ انکی مثل ایسی ہے۔ جیسا اندھا اندھے کو راہ دکھاتا ہے۔ اور دونوں گڑھے میں گرتے ہیں۔ بدن خود تاریکی ہے۔ وہ جو بدن میں خودی رکھتا ہے۔ تاریکی میں چلتا ہے لیکن آتما نور ہے۔ جو اسکی تاریکی میں چمکتا ہے۔ وہ جو اس نور میں خودی رکھتے ہیں۔ نور میں چلتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تاریکی کا نام ہی کفر ہے۔ اس لئے "میں بدن ہوں"۔ "میں بندہ ہوں"۔ یہی کفر ہے۔

میں نور ہوں۔ سچدانند ہوں یہی صداقت شہادت اور راست بازی ہے۔

اے بھائیو! سچ جانو۔ جو تاریکی میں چلتا ہے۔ وہی ٹھوکر کھاتا ہے۔ جو نور اور چاندنی میں چلتا ہے۔ وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا۔ کیونکہ دن میں چلنے والا کبھی ٹھوکر کھاتا نہیں دیکھا۔ یہ تصدیق تو اب میں روز روشن کی طرح دیکھتا ہوں۔ اندھا ہے جو اس روز روشن کو رات بتلاتا ہے۔ اسکی ہرگز نہ سنو۔

وہ جو آتما کو نہیں جانتے۔ خود بمنزل اندھیرے کے ہیں۔ اندھیرا نور کے پاس نہیں آیا کرتا۔ کیونکہ اُس میں جو اُسکی بدی چھپی ہوتی ہے۔ نور میں کھل جاتی ہے۔ اس لئے وہ جو اس تصدیق سے انکار کرتے ہیں۔ اصل میں پاپی ہیں۔ اور اُنکے پاپ اُنکی تاریکی میں چھپے ہیں۔ جو اس تصدیق سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اس تصدیق کے نزدیک نہیں آسکتے۔ ایسا نہ ہو اُنکے پاپ

کھل جاویں۔ اس لئے اس تصدیق سے ڈرتے انکار کرتے ہیں۔ اور اسے کفر سمجھتے ہیں۔

اے بھائیو! یہی تصدیق ہے جس پر آتا ہے فضل بر فضل۔ یہی معرفت ہے۔ جس پر ملتی ہے معافی بر معافی۔ یہی گیان ہے۔ جس پر ملتی ہے نجات پر نجات۔ اسی کو ڈھونڈو۔ اسی کو پاؤ۔ اسی کو پاتا ہوا۔ انسان برہم ہوتا ہے۔ اسی کو پاکر جنگل کی چڑیا سونے کی چڑیا ہو جاتی ہے۔ میں تو اس تصدیق سے دھنّ دھنّ ہو گیا ہوں۔ اور اسی معرفت سے کرت کرت (محظوظ) ہو۔

جب بامدیو نے اس طرح انہیں تعلیم دی تو حیرت نے انہیں آگھیرا اور کہا کہ تو کب تک ہمیں اندھیر میں رکھیگا؟ سچ سچ کہو تم کون ہو؟ بامدیو ایک ہمارا خویش عاجز بندہ تھا۔ ہماری آنکھوں میں اسی بے چارگی (عاجزی) میں مر گیا۔ اگر بھوت ہو تو بھی بتا دو۔ اگر کسی دیوتا کا اوتار ہو تو بھی بتلاؤ۔ حیران نہ کرو۔

تب وہ بولا۔ "میں نے تو کہا پر تم قبول نہیں کرتے میں سچ کہتا ہوں۔ پر تم نہیں مانتے۔ جو کوئی میری سنتا ہے میں اسے ابدی زندگی مفت میں عطا کرتا ہوں۔ پر تم سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ تمہارے سر کے کان تو کھلے ہیں۔ پر دل کے کان بند ہیں۔ تم نے سنکادک منیوں سے سنا۔ پر قبول نہ کیا۔ اے نادانو! اگر میرے قول کو نہیں مانتے تو میرے کاموں کو تو مانو۔ کہ میں مر گیا ہوں جنا نہیں گیا اور حال میں بولتا ہوں کیا کہیں ایسا ہوا ہے؟"

اے بے ایمانو! میں اودیا کے سبب تم میں بے چارہ سا بامدیو کی صورت میں رہا اور موا تو کیا ہوا۔ اب تو تم مجھے فضل پر فضل ملا ہوا دیکھتے ہو۔ جبکہ میں بیچارہ ہو کر تم میں رہا اور مر گیا اور کچھ فضل نہ پہنچا سکتا تھا۔ تم نے میرے لئے ماتم کیا اور برسوں روتے رہے۔ اب جو میں فضل اور جلالت سے مخصوص ہو کر آیا ہوں۔ تم میری تعریف (صفت) نہیں کرتے بلکہ بھوت ٹھہراتے ہو۔"

میں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے دلوں میں بڑا پاپ ہے۔ تم نے سنکادک منیوں کو جھٹلایا جو برہما جی کے پتر ہیں! ور پھر مجھے بھی جو فضل اور عجائبات سے آیا ہوں جھٹلاتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ اپنے آپ کو سمجھالو۔ نہ تو میں بھوت ہوں نہ چڑیل۔ بلکہ وہی بامدیو ہوں جو تم میں تھا۔ لیکن اب جو میں فضل پایا ہوا تصدیق کرتا ہوں۔ "میں ہی بھوت ہوں۔ میں ہی چڑیل ہوں۔ میں ہی اوتار ہوں۔ میں ہی اندر ہوں۔ میں ہی پرجاپتی ہوں۔ مجھ سے کچھ بھی باہر نہیں ہے۔ بلکہ میں سب میں سب کچھ ہوں۔

تب انہوں نے یقین کیا۔ کہ یہ بھوت نہیں۔ بلکہ وہی بامدیو ہے۔ جو ہمارا خویش تھا کیونکہ سب پتے جو لگاتا ہے ٹھیک ہیں۔ تعجب نہیں کہ سنکادکوں کی تعلیم کے طفیل اس نے یہ بڑا فضل پایا ہو۔ اسلئے سچ جانتے ہوئے اس پر ایمان لائے اور معافی مانگی۔ اے بامدیو ہمیں معاف کر دو ہم نے یقین کیا ہے کہ تو وہی بامدیو ہے جو ہمارا خویش تھا! ور تو فضل بر فضل لیکے آیا ہے۔

لیکن ہم بڑی اودیا کے سبب اپنے آتما کو نہیں جانتے۔ بے شک سنکادکوں نے ہمیں بہت سمجھایا۔ پر ہمارے پاپوں کے سبب سے وہ پردہ جو کلام سے اٹھتا ہے نہیں اٹھا۔ اس لئے اٹکا رہا۔ تو شردھا رکھتا تھا اور قبول کیا۔ اس لئے فضل بر فضل پایا۔ جو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں۔ اب ہمیں بھی اس فضل میں بلا اور یہ بھید کی بات بتلا۔ جو تو آپ دیکھتا ہے۔ ہم بھی تیرے طفیل نعمت بر نعمت پاویں گے۔"

—(باقی پھر)—



رشی نارد کی پریم تپسوی ہیم ودیا سے بھینٹ

(از قلم شری جگن ناتھ دھنّہ صفی) بی اے۔ بی ٹی۔

۱۔ چلتے پھرتے اِکدن نارد پراتہ کال سمے ہی — ہو پرپھلت ہردے پہنچے آن شری جمنا جی
وینو ناد بھتے کرتے آئے گد گد ہردے ہو کر — درشیہ دیکھ کے جمنا تٹ کا اپنے آپ کو کھو کر
اُترے جل میں آچمن کرکے گئے پار وہ جھٹ پٹ — کھل گئیں باچھیں دیکھ درشیہ وہ کیسا تھا جمنا تٹ
سپرش کیا برج بھومی سے جب ہو گئے آنند وبھور — کھول کے آنکھیں لگے دیکھنے اب وہ چاروں اور۔
من موہک تھی کیسی وہ برج بھومی ہری بھری تھی
اُسکی الوکِکتا ہی، ابتو انکو بھا س رہی تھی

۲۔ چُپ چاپ تھی چہوں اور شمشان سے بھی کچھ بڑھکر — سمجھ نہ پائے اُس کارن یوں ہو گئے چکت منیشور
واتاورن انوکھا ہی تھا چُپ چاپ تھی چھائی — پشو نہ پکشی دیکھا کوئی نہ کلرو دیا سنائی
آشچریہ چکت یوں ہو کر نارد لگے سوچنے مَن میں — دوش ہے میرے کانوں کا جو کچھ سُن پایا نہیں بن میں
دوش ہے میری آنکھوں کا جو دیکھ نہیں کچھ پایا — ویرتھ ہوئی وہ بھاونا میری تھا جس سے میں یہاں آیا
بہت دُور آنکھوں کے گھوڑے رشی نے پھر دوڑائے
یہ بھی سپھل نہ ہو پایا کچھ نشپھل رہا اُپائے

۳۔ تھی چُپ چاپ اب اُنکی ویتا کچھ ایسا واتاورن تھا — اُسی انوکھی خاموشی نے کیا اُس کا من بھی ہرن تھا
بھئو نکلے سے ہو کر رشی نے اب آگے قدم بڑھائے — پھر بھی رہے اسپھل مُنی وہ کچھ بھی دیکھ نہ پائے
دیکھ دیکھ کے درشیہ وہ سارا ہو گئے آشا ہین — اور نستبدھتا کے ساگر میں ہو گئے بس تلّین
ہو رہے تھے چکت منیشور دیکھ اوستھا بن کی — جا رہے تھے آگے اب گئے بھول کے سُدھ بُدھ تن کی
اتنے میں نارد نے دیکھی بیٹھی وہاں اِک سُندری
دھیان مست اک پیڑ کے نیچے بند تھیں آنکھیں جسکی

— نا اُمید۔ — مستغرق۔ — خاموشی "

۴۔ لین تھی ایسی دھیان میں اسکو ہوش نہ تھی تن من کی　　ایک اکیلی آنکھیں بند کئے وہ سندری من کی
کوئی بناوٹ کوئی سجاوٹ نہیں تھی اسکے تن کی　　نہ کوئی میک اپ اور نہ کوئی پہن رہی بھوشن تھی
بال تھے اسکے لمبے لمبے بکھر رہے کندھوں پر　　سر تھا اس کا ننگا بیٹھی پہن کے تھی شوکت امبر
مست الست وہ دھیان میں اپنے بیٹھی ڈوبی تھی　　انوپم روپ لاونیہ تھا اس کا دھیان اسکی چھبی تھی
رشی نے اسکو دیکھ کے ایسے کیا اسے سمبودھن
کون ہو دیوی بیٹھی بن میں کھو کے اپنا تن من

سفید کپڑا

۵۔ بیٹھی ایک اکیلی ہو تم دھیان مست لین ہو کر　　پھول کے سندھ بدھ اپنی ساری یوں اپنے آپکو کھو کر
آؤ دیہ رشی ہو دیو، میں تو ہوں برہم ودیا　　سار ہوں اپنشدوں کا میں اور پرم تتو ویدوں کا
پراپت میں ہوتے مجھے گیانی برہم ہیں جو کہلاتے　　بڑے یتن اور گھور تپسیا سے ہیں تجھکو پاتے
اس ایکانت ستھان میں بیٹھی ہوں میں تپ میں لین　　اکیلا شیہ ہوں شانتی کی میں ہوں حرص سے ابھی وہین
پر تم تو آپ ہی برہم ودیا ہو، اشٹ گیانی جنوں کی
ہے مجھے پراپت کرنے کی نت چیشٹا ان سجنوں کی

محروم

۶۔ سب سنساری واسناؤں کے تیاگ کی مورتی ہو تم　　ایکانکت ہے وہ کونسی تیری جسکی چاہتی پورتی ہو تم؟
یہ نہیں میری سمجھ میں آتا ہے کیا تمھاری واچھا　　آتے ہیں سب تیری شرن میں چھوڑ کے سب ایکانکشا
ٹھیک ہو کہتے رشی دیو سے نہیں مجھے کوئی بھو بندھن　　چاہتی ہوں میں پراپت کروں میں چرن کمل نند نندن
گوپی بھاؤ سے چاہتی ہوں میں پراپت نہیں کرپاؤں　　برج جیون کے چرن کمل اور کرت کرت ہو جاؤں
بغیر کرپا کے من موہن کی جو کبھی پراپت نہیں ہوتے
منی منیشور یتی تپیشور ہیں آیو مفت میں کھوتے

رسالہ اوم دہلی کے اغراض و مقاصد۔ 1۔ زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔ 2۔ بھگتوں، یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے مہا پرشوں کی ابھارنے والی زندگیوں کے حالات پیش کرنا۔ 3۔ عالمگیر ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا۔
4۔ ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا۔
5۔ تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھا کر باہمی رواداری، قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

اوم

گذشتہ سے پیوستہ

خطوط گوبند

(از قلم شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج)

اوم

خط نمبر ۲۵۴ — نربان پد میں استھتی — از چوہڑکانہ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

پرے آتما۔ اوم آنند۔ مرے مرے۔ ین جیوے۔ تو موکھنتر پاوے گورو نانک صاحب کا فرمان بالکل ٹھیک ہے۔ اور یہی اشٹاوکرجی کا فرمان ہے کہ جب تک کل سنسار اور شریر اور اہنگتا ممتا کا بھولنا یا بھولانا بھی بھول نہیں جاتا۔ نربان پد میں آروڑھ ہونا مشکل ہے۔ یعنی پرمانند حالت میں ہمیشہ شوک ہو کر قائم ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر آپ جیسے پرمارتھک شوربیروں نے اس حالت کو انوبھو نہ کیا تو پھر اس درجہ کی امید ہی مشکل ہے۔ لیکن موجودہ حالت کو تب چھوڑنا چاہیے جب دانائی اور پارک اور نیتی جواب دے دے۔ موجودہ سنیاس ظاہری میں ایسی حالت کو ہونا مشکل ترین دکھائی دیتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی اوسی توڑنے کے لئے یہ نمونہ دیکھنا بھی غیر مناسب نہیں۔ فقط"

(۲) انتظام مہمان نوازی کا لالہ کانشی رام نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ ہم نے خاص دخل چھوڑ دیا ہے۔ مگر فرضی اور معمولی تو فی الحال آشرم میں رہکر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ فقط گوبند آنند"

خط نمبر ۲۵۵ — نام روپ کو بھلادو — پرے آتما اوم آنند

آپکا پتر مل گیا۔ اچھا کیا جو آپ نے بے دل یعنی دل سے پرے ہو کر (آتم درشٹی سے) اس شریر کے چرتر فرضی اور منوماتر کو (خیالی کو) تلف کر دیا۔ جیسے باہر سے کیا ویسے ہی انتر سے ابھی یہ قطعی تلف ہو جانا چاہیئے یعنی نام روپ سے درشٹی اٹھ جاوے بلکہ اپنا پرایا نگاہ اور ان کے کاروبار جیون۔ من وغیرہ قطعاً چھوٹ یا بھول جاویں۔ تب ہی آنند بھوگتا ہوگی۔ فقط گوبند آنند"

خط نمبر ۲۵۶ — تخت نشینی — از چوہڑکانہ منڈی ۲۰ دسمبر ۱۹۳۷ء

پرے آتما۔ اوم آنند۔ (۱) آپ کا پتر ملا۔ حال تخت نشینی حقیقی کا پڑھ کر چت اتی پرسن ہوا۔ مگر یہ خیال رہے کہ شروع عملداری اور تخت نشینی میں بہت دقتیں متعلقہ انتظام پیش آتی ہیں کیونکہ پورانے اہلکار جدید حکومت و نئے قانون کو مشکل سے منظور کرتے ہیں یعنی پورانے سنسکار مقابلہ کو گیان ہوتے پر

سامنے اکثر آتے رہتے ہیں۔ مگر بہادر مہاراجے اور باقاعدہ قانون پر حکومت کرنے والے ان باتوں سے کب گھبراتے یا پروا کرتے ہیں۔ سب کو تابع کر کے حسب منشاء کام لیتے ہیں۔

یہ چند دن کے لئے امتحان کے آرہے ہیں۔ ان دنوں میں خاص محنت اور نگرانی کی ضرورت ہے۔ ورنہ خاص اندیشہ ہے۔ کہ زیادہ صلاح مشوروں اور میل جول اور کاروبار میں جیت کی حالت کچھ نیچے نہ جا وے اگر خاص نگرانی اور توجہ اس وقت اندرونی نہ رہی تو بہت سی سابق محنت کے ہمر پر یکدم ہل پھر جاویں گے اس لئے اس ضمن کو اندنوں میں ضرور ہر وقت دل کے سامنے رکھنا واجب ہے۔

(نوٹ) :۔ یہ ایام برادر خورد کی شادی کے تھے۔)

(۳) ایک خط پٹیالہ سے آیا ہے۔ جس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک وزیر کا لڑکا سوامی نارائن جی کا شِشیہ وہاں آیا ہوا ہے۔ جس کی عمر بیس یا بائیس سال کی ہے۔ اور کمبل میں باہر درختوں کے نیچے دن رات گذارتا ہے۔ اور جس کا ملنا بڑی تلاش سے ہو سکتا ہے۔ اور اُس کا شہرہ وہاں خاص ہو رہا ہے۔ لوگ ست سنگی اُس کے درشنوں کے بہت خواہش مند ہیں۔

(۴) مبارک زندگی اُن پرشوں کی ہے جو سچے ویراگ سے اس نوجوانی میں دُنیا اور دُنیا داروں پر لات مار کر آتم پرائن ہو کر باقاعدہ لگ جاتے ہیں۔ وہ کیوں نہ جلد از جلد مکتی اوستھا کو حاصل کر کے دکھاویں گے۔ فقط۔ سب صاحبان کو اوم آنند۔ گوبند آنند

خط نمبر ۲۵۷ موہ کی کرپا

جگہ ٹھکانہ ۱۶ر جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ معلوم ہوا کہ لالہ بھگوانداس جی زرا کے چھٹہ میں کل گئے ہیں۔ ماتا کا کال ہو گیا ہے (۲) لالہ جیون مل برادر لالہ کانشی رام کا کل گاڑی میں ہی امرت سر لاہور کے درمیان شریر شانت ہو گیا ہے۔ یہ زندگی کا حال اور دنیا کے یہ جھگڑے فساد اور لمبی اُمیدیں۔ یہ سب جہالت اور موہ کی کرپا ہے۔ فقط۔

گوبند آنند

خط نمبر ۲۵۸ اصلی کامیابی کی راہ

از جگہ ٹھکانہ منڈی ۳۱ر جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ پریم پتر ملا۔ جواب یہ ہے۔ (۱) جو لڑکے محنتی اور ہوشیار ہوتے ہیں وہی پاس ہوتے ہیں۔ نالائق اور سست کبھی پاس نہیں ہوتے۔ (نوٹ) آپ بدستور لگے رہیں۔ آپ ضرور کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور جلد از جلد ہو جاوینگے۔ مگر ادھر اُدھر کا جھانکنا اور کمی بیشی فیل پاس کا خیال نظر انداز کر کے اپنی سڑک پر مسلسل چلتے جاؤ۔ جیت اور اندریوں کی نگرانی بھی ہوتی رہے۔ مگر وہ بھی سہاوک۔ اندر میں دویت یا گرہن تیاگ کا دخل نہ ہونے پاوے۔ اور باہر سے شاستری جرنیلی سڑک نہ چھوٹے اور اپنی کامیابی میں کبھی شک نہ آنے پاوے۔ کامیابی تو دراصل یہی ہے۔ کہ ایک ادویت آتما ہی ہے۔ اس سے بھن جو نظر آتا ہے وہ محض بھرم ہی ہے۔ نہ کہ حقیقی الہ ایقین اور دشٹی ہی مسلسل رہنی کامیابی ہے۔ سو وہ مسلسل رفتار موجودہ سے ضرور حاصل ہوگی۔ س

اوم — اوم

عظمتِ عرفان

(موہن لال جی مستانہ بانی آل انڈیا روحانی اتحاد کمیٹی و اسسٹنٹ سکریٹری چوتھی عالمی مذاہب کانفرنس نئی دہلی جنرل سیکریٹری شری سناتن دھرم کیندریہ سبھا ویسٹ زون تلک نگر نئی دہلی ۱۸)

کمالِ عظمتِ عرفان و آگہی کیا ہے
خودی کا ہوش نہیں ہے تو بیخودی کیا ہے

خدا شناس و زمانہ شناس ہو لیکن
جو خود شناس نہیں ہے وہ آدمی کیا ہے

مجھے یہ فکر کہ آغازِ زندگی کیا تھا
تمہیں یہ خوف کہ انجامِ زندگی کیا ہے

بڑے خلوص سے دیتے ہیں داد شکووں کی
یہ دوستی ہے الٰہی تو دشمنی کیا ہے

ہر ایک دل ہے پریشان ہر اک نظر ویراں
اک انقلاب کے آنے میں اب کمی کیا ہے

جو آنکھ تابِ نظارہ سے ہو گئی محروم
چراغ اسکے لئے کیا ہے روشنی کیا ہے

وفا و مہر سلامت خلوص زندہ باد
اب اسکے بعد ہمارے لئے کمی کیا ہے

ترس گئے مئے عرفاں کے ایک جرعے کو
یہ ہم سے پوچھ کہ احساسِ تشنگی کیا ہے

ہزار سجدۂ مستانہ کیجئے لیکن
جبیں پہ نور نہ آئے تو بندگی کیا ہے

حقیر مستانہ
A 166 فتح نگر نیو دہلی ۱۸

اوم اوم

پرمارتھی خط

(از طرف شری سوامی شاشوت آنند جی)

از شاہ آباد مارکنڈہ ضلع کرنال (ہریانہ) پرم ہنس ست سنگ بھون

مورخہ 5.6.70

پرم پیاسے آتمن شری ست دیو کی نندن جی شرما جموں اوم آنند۔

آپ کا پریم پتر 28/5 کا لکھا ہوا مل گیا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔

بوہار کو ادھاک اپنی ذمہ داری نہ سمجھیں اور کام کر کے بھروسہ بھگوان پر رکھیں۔ وہ خود غیبی ہاتھ سے سب کام خود کر دیتا ہے۔ ہمارے وشواس کی کمی ہونے سے پرواز نہیں کھلتا۔

روزانہ صبح سویرے اٹھنے کا ابھیاس بناویں اور کم از کم ایک گھنٹہ اپنے چیت کے نرودھ اور سروپ چنتن کا ابھیاس کریں۔ سمے پر اوشیہ سپھلتا ملے گی۔ سوادھیائے بھی اوشیہ پنچدشی آدی کا کریں۔

آپ نے برہمانند پرکرن کے پانچ ادھیائے کے بارے پنچدشی کار کا بھاو پوچھا ہے۔ سو تھوڑا سا نیچے لکھا جاتا ہے۔

اول تو ایسے گرنتھ سنمکھ بیٹھ کر ہی پڑھنے اور سمجھنے سے بات کھلتی ہے۔ چٹھیوں میں ایک آنہ بھی بات نہیں کھلتی۔ پھر بھی آپ کو مایوس نہیں کرنا چاہتا۔ اور تھوڑا بہت اس پر پرکاش ڈال رہا ہوں۔"

آنند کی ویاکھیا

برہمانند پرکرن میں جو کہ پنچدشی کے آخری پانچ ادھیائے میں نروپت ہوا ہے۔ پہلا پرکرن یوگانند ہے۔ (2) آتمانند (3) ادویت آنند (4) ودیانند اور پانچواں وشیانند ہے۔ یہ پانچوں ہی واستو میں برہمانند سے الگ نہیں ہیں۔

(1) یوگانند۔ من کی ایکاگرورتی میں پرتی بنبت ہوا آنند یوگ ابھیاس کے دوارا یوگی کو جب ملتا ہے۔ تو اس کا نام یوگانند ہوتا ہے۔ یہاں سنسار کا کوئی سنسکار نہیں ہوتا۔ من کو پرم پوتر یعنی شدھ کر کے شانت استھتی میں برہم سروپ اپنے آپکا ایکاگرتا دوارا ملا ہوا یہ پرم سکھ ہے۔ یہاں سمادھی من کو بالکل انترمکھ کرنے سے ہوتی ہے! اور یوگ کے بل کے کم و بیش ہونے سے اور تھوڑی دیر رہنے سے وہی ستیہ برہم سروپ سکھ یوگانند کہا جاتا ہے۔ اس میں بہت دھیریہ اور واستا رھت ابھیاس سے پراپتی ہوتی ہے۔ بوہار میں اترنے پر اس سکھ کی سمرتی بنی رہتی ہے۔ ساکشات کار کیول سمادھی کال میں ہوتا ہے۔"

(2) آتمانند۔ اس میں انا تما دیہہ آدی اور باہری سمبندھیوں اور پدارتھوں سے اپنے واستو سروپ کا وویک کرکے یہ سمجھ لیتا ہے کہ اپنے آتم سروپ کے سکھ نمت ہی سب پیارے ہیں ورنہ وہ واستو میں سکھ روپ نہیں ہیں۔ کیول ایک آتما ہی سکھ سروپ ہے۔ اس وویک کے بل سے آتم سروپ میں استھت ہو بھی یوگانند کے ابھیاس کی طرح برہمانند کا ہی آتم سروپ سے سمادھی کال میں انوبھو کرتا ہے۔ اس میں وویک پردھان ہے اور پہلے میں منو نرودھ روپ سمادھی۔ دونوں ہی دھیکار کے بھید سے بھید ہے، واستو میں بھید نہیں۔ اتھان کال میں جگت کا सत्यम् ستتو نہ ماننے سے اس سے سکھی دکھی نہیں ہوتا۔

(3) ادویت آنند۔ سرب دیہہ آدی جگت کو متھیا مایا ماتر جان کر اس کے ادھشٹان روپ اپنے برہم سروپ کو سرب میں ایک پورن روپ سے انوبھو کرنا اور نام روپ کے متھیا بھید میں ست بدھی ترک کے سماوہت شدھ ہو آتم سروپ میں استھت رہنا۔ ایسی اوستھا میں جو آنند انوبھو ہوتا ہے وہ برہم سروپ آنند ہی میں ہوں۔ اس آنند کا نام ادویت آنند ہے۔

(4) پہلے یوگانند میں منو نرودھ۔ آتمانند میں اپنے سروپ کا یتھارتھ وویک اور ادویت آنند میں دویت کا متھیاتو ورنن کرکے اب ودیا نند کا نروپن کرتے ہیں۔

ودیا نند کو چار حصوں میں بانٹا گیا ہے۔ دکھ کا ابھاو۔ سرب کاماؤں کی پورتی کرت کرتیا اور پراپت ہونے یوگیہ کی پراپتی۔

لوک پرلوک، دکھوں کا بھوگتا جیو اور اس کا بھوگ نام روپ دیہہ آدی سامگری سبھی متھیا ہیں۔ آتما بھوگتا ہے۔ اور بھوگیہ روپ جگت ستا شونیہ ہے۔ ایسا وویک ہونے پر یعنی بھوگتا بھوگیہ بھاو مٹ جانے پر اپنے شدھ سروپ کا واستوبودھ ہو جانا ہی ودیا ہے اس سے ملنے والا سروپ آنند ہی ودیا نند ہے۔

برہماکار ورتی میں پرتی بمب روپ آنند کا واستو سروپ آتمانند ہی ہے۔ لکشنا سے ورتی کا بادھ اور کیول آنند کو اپنا واستو سروپ نشچے کیا جاتا ہے گورو دوارا شرون کئے گئے مہاواکیہ تت توم اسی کو منن ندھیاسن دوارا پریپک کرکے تت توم کے لکش ارتھ کے ابھید کا انوبھو اسی برہماکار ورتی دوارا ہی ہوتا ہے۔ جگیاسو کو ہی ودیا نند دوارا آتمانند اتھوا ادویت آنند کی پراپتی سنبھو ہے۔ پامر یا وشئی کو نہیں ہو سکتی۔

(5) وشیانند:۔ یہ وشیہ اور ایہک ہونے والا آنند واستو میں برہمانند کا ہی انش روپ ہے۔ کیول ایکاگرتا کا نمت ہی ہے۔ اس میں انتہ کرن کی اپادھی بھن ہونے سے اور انیک کے علاوہ اسکی چنچلتا ایکاگرتا کا بھید ہونے سے ہر کسی کو الگ الگ اور کم و بیش معلوم ہوتا ہے۔ جیسے جل کے پاتر انیک اور جل بھی کہیں گدلا اور کہیں صاف ہونے سے سورج انیک اور اس کا پرکاش بھی مند مدھیم اوتم بھاو والا بھان ہوتا ہے۔ ورتی رجوگنی یا تموگنی ہونے سے گھور اور موڑھ کہی جاتی ہے اور ستوگنی ہونے سے شانت کہی جاتی ہے۔

ان میں آنند ایک جیسا بھان نہیں ہو سکتا یدپی آنند وستو ایک ہی ہے۔ اگنی کی گرمی تو جل میں پرتیت ہو جاتی ہے مگر پرکاش نہیں پرتیت ہوتا۔ لکڑی میں اسی اگنی کا پرکاش انش اور گرمی بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شانت برتی میں آتما کے سکھ اور چیتن انش کا بھی بھان ہو جاتا ہے۔ اور جتنی زیادہ ستھر اور شانت ہوگی اتنا زیادہ آنند کا بھان ہوگا۔

جب گھر زمین یا سنبدھی آدی کی اچھا ہوتی ہے تب ورتی گھور کہی جاتی ہے۔ اس میں آنند کا بھان تھوڑا سا ان کی پراپتی پر ہوتا ہے اور پراپتی نہ ہونے پر دکھ ہوتا ہے اور روکاوٹ کرنے والے پر کرودھ بھی ہوتا ہے اسی سے دویش ہو جاتا ہے اور پدارتھ کے ملنے پر راگ ہوتا ہے۔ وویک اور ویراگیہ شانت ورتیاں ہیں اس لئے ان کے دوارا سکھ کی پراپتی ہوتی ہے۔ اس لئے جگیاسو کوشش کرکے گھور اور موڑھ ورتیوں کی بجائے شانت کا پرواہ چلاوے اور سکھ پراپت کرے ورنہ راگ دویش سے ہمیشہ دکھی ہوگا۔

اصل میں ہنپ روپ آتما نند کا پرتی بنب اس شانت برتی دوارا پرگٹ ہوتا ہے اور دوسری برتیوں میں بھان ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ دکھ کا بھان ہوتا ہے۔ یہ بھید اپادھی شانت گھور اور موڑھ برتیوں کے کارن ہے آتما تو ایک سمان ہے۔ اسی کے لئے من کا تروڑھ اور واستا کا کھشے ہوتے پر ہی تو گیان درڑھ ہو کر پرمانند پراپتی کا ہیتو بنتا ہے۔ فقط۔ شاشوت آنند تیرتھ۔

نوٹ:- آجکل رسالہ اوم کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر 13/ روپئے مقرر ہے اور وی، پی منگوانے پر 14½ روپے ہے۔ اس لئے ہم ہر اوم کے خریدار کی سیوا میں آویدن کرینگے کہ وہ اس ½1 روپئے کے زائد خرچ سے بچنے کے لئے مبلغ 13 روپئے بذریعہ منی آرڈر چیف منیجر . . . بھجوادیں۔ منی آرڈر کسی ذاتی نام پر ارسال نہ کریں۔ بلکہ صرف رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶ کے پتہ پر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ خوشخط حروف میں لکھیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو تو یہ لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔ کہ میں پرانا خریدار ہوں" اور اگر نئے خریدار ہیں۔ تو یہ ضرور لکھئے۔ کہ "میں نیا خریدار ہوں"

چندہ ۳۰ نومبر ۱۹۷۶ء تک بھیجنے کی کرپا کریں۔ تاکہ سالنامہ آپاستا انک کے ڈسپیچ کی تاریخ سے پیشتر ہیں مل سکے۔

نمونہ کا پرچہ

جن اصحاب کی خدمت میں رسالہ اوم کا پرچہ بطور نمونہ فری ارسال کیا جاتا ہے ان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اسکی منظوری یا نامنظوری سے ہمیں مطلع کریں۔ کیونکہ جہاں ہم نے ۱۵-۱ روپیہ کی قیمت کا پرچہ انکو دھرم پریمی خیال کرتے ہوئے انکی ہی فرمائش پر مفت بھیجنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا وہاں ایسے اصحاب کو ۱۵ پیسے کا کارڈ بھیجنے میں سنکوچ نہیں کرنا چاہیئے۔

منیجر

قسط نمبر ۱۴

کیا ہندو قوم زندہ رہیگی؟

وید مقدس

(پانچواں پہلو)

از قلم مہاتما شوبرت لال جی ورمن

اب تک ہم نے سوال کے چار پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ اب پانچواں پہلو نظر کے سامنے ہے اور وہ اسقدر ضروری اور اہم ہے کہ ہر طبقہ کے ہندو خواہ وہ عقائد قومیت اور خصوصیت کے لحاظ سے کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر غور فرمائیں۔

یہ پہلو ویدوں سے مخصوص ہے۔

وید - کو ہم بطور خود کلام الٰہی مانتے ہیں۔ یہ ہماری اپنی ذاتی رائے ہے۔ کہ وید الہام ہیں۔ وید ایشور واک ہیں۔ اور ہر طرح سے قابل تعظیم ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ہمارے ساتھ اختلاف ہے تو ہم بُرا نہیں مانتے۔ مذہبی آزادی ہماری قومی زندگی کی سب سے اعلیٰ سب سے زبردست سب سے مقدم اور سب سے زیادہ نظر آنے والی خصوصیت ہے۔ پڑھنے والوں کو تعجب ہوگا کہ ہم آج ایک نرالی بات سُنا رہے ہیں۔ ہندو اور مذہبی آزادی؟ یہ اجتماع ضدین ہے۔ کبھی نہیں ہوسکتا۔ کہ ہندو مذہبی آزادی کی ڈینگ مار سکے۔ اور شاید ہندوؤں کی تاریخ میں اس قسم کی آزادی کا وقت بھی کبھی نہ آیا ہوگا۔ ممکن ہے ایسے خیالات ہمارے پڑھنے والوں کے ذہن میں آویں۔ اور ایسے خیالات کا پیدا ہونا تعجب بھی نہیں ہے۔ مگر یہ سب غلط ہیں۔ دُنیا کی سطح پر مذہبی خیالات میں ہندوؤں سے زیادہ کوئی قوم اتنی آزاد نہیں ہے۔ ایک گھر میں شیو۔ شاکت۔ ویشنو۔ سب رہتے ہیں۔ اپنے اپنے اشٹ اور عقیدہ کے بموجب پوجا پاٹھ ہوتی ہے۔ کوئی کسی سے باز پرس نہیں کرتا سب خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ نہ کسی کو کسی سے اعتراض ہے۔ نہ کسی کو کسی سے جھگڑا ہے۔ ایک شو کے مندر میں جاتا ہے۔ دوسرا ٹھاکر دوارے میں۔ تیسرا کالی یا درگا کو اشٹ سمجھتا ہے۔ ایک ہی گھر میں مختلف عقائد کے آدمی موجود ہیں۔ مگر کیا ان میں سے کسی میں کبھی جھگڑا ہوتے سُنا گیا ہے؟ غالباً کبھی نہیں۔ ہندو ہمیشہ سے جانتے ہیں۔ کہ جبتک انسان کے تابع اختلافات ہیں تب تک سب کے مذہبی کاروباری معراج میں یکسانیت نہیں آسکتی۔ جس طرح ایک ہی ماں باپ کے مختلف لڑکوں میں سے کوئی وکیل ہے۔ کوئی ڈاکٹر ہے۔ کوئی ایڈیٹر ہے۔ کوئی مصور ہے۔ کوئی منصف ہے۔ ویسے ہی دلی میلان و دلی جذبات کی وجہ سے مذہبی معراج میں اختلافات ہونگے۔ آجتک یہ بات ہماری سمجھ میں آئی کہ مختلف طبیعتیں رکھکر کیسے تمام انسان ایک ہی طریق پرستش کی پیروی کر سکتے ہیں۔ جس میں توگن کی زیادتی ہے۔ اُس کا معبود تموگنی ہوگا۔ اس کے لئے تموگنی اشٹ دیوتا کا ہونا لازمی ہے۔ ایک شخص میں رجوگن کی زیادتی ہے۔ اُس کا معبود رجوگنی ہوگا۔ اس کے لئے رجوگنی اشٹ کا ہونا لازمی ہے۔ تیسرے شخص میں ستوگن

زیادہ ہے۔ اُس کا معبود ستوگنی ہوگا۔ اس کے لئے ستوگنی اشٹ کا ہونا لازمی ہے۔ جس کا جیسا خیال جیسے جذبات اور جیسی طبیعت ہو۔ اُس کا مذہب بھی ویسا ہی ہوگا۔ ہزار کوششیں کی جائیں۔ ایک طریق پرستش کے جاری کرنے اور اس کے عام بنانے میں ہمیشہ ناکامیابی ہوگی۔ ہر شخص کا معبود دراصل اُسکے دلی خواہشات، محسوسات اور جذبات کی خیالی معراج ہُوا کرتا ہے۔ ہندو اس بات کو جانتے تھے۔ اور اُس کے جاننے کی وجہ سے اُنہوں نے کبھی بھول کر بھی اپنے ہم خاندان ہمسایہ اور ہم وطنوں کے مذہبی معاملات میں چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ یہ خصوصیت آپ کو صرف ہندوؤں میں ملے گی۔ اور کسی جگہ کسی قوم میں نظر نہ آئیگی شیعہ و سُنّی مُسلمان ایک گھر میں اچھی طرح نہیں رہ سکتے۔ مگر ہم رہتے تھے۔ اور اب بھی رہتے ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹینٹ عیسائی ہمسایہ ممکن نہیں ہے کہ کبھی نہ کبھی انہیں دنگا فساد کرنے سے رُک سکیں۔ مگر ہم باوجود مذہبی اختلافات کے شیر و شکر ہو کر رہتے تھے۔ اور اب بھی رہتے ہیں۔ شوہر ولشنو ہے۔ بیوی شیوی ہے دونوں اپنے کرم دھرم کو اپنے اپنے ڈھنگ پر کرتے ہیں۔ کیسے محبت اور یکدلی کے ساتھ زندگی بسر ہوتی ہے۔ پارسی شاعروں کو صرف فاختہ کے جوڑوں کے درمیان اصلی محبت نظر آتی ہے۔

کاش! اگر ان لوگوں نے ہندو جوڑے کو دیکھا ہوتا تو ایسا کبھی نہیں کہتے۔ ہندوؤں میں جو شوہر، بیوی کی محبت نظر آتی ہے۔ وہ زمینی نہیں بلکہ آسمانی محبت کا نظارہ ہے۔ ایک فارسی شاعر جس نے اس لطیف مقدس منظر کو ایک دفعہ دیکھا تھا۔ حیرت و استعجاب کے لہجہ میں اس طرح کہہ رہا ہے۔ ؎

ہیچو ہندو زن کسے در عاشقی مردانہ نیست
سوختن بر شمع محفل کار ہر پروانہ نیست!

شیعہ بیوی کی سُنّی مُسلمان کے گھر جو دُرگت ہوتی ہے۔ وہ سب جانتے ہونگے۔ عیسائی کیتھولک مرد پروٹسٹینٹ عورت سے شادی کر کے جو مزہ چکھتا ہے وہ اُسی کو معلوم ہوتا ہے۔ ایشور اسکی حالت کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ مگر ہمارے یہاں یہ جذبات نام کو بھی نہیں ہیں۔ ہماری بیویاں سچی دیویاں ہیں۔

یہ ہماری مذہبی آزادی کی بدیہی و صریحی مثال ہے۔ ہندو مذہبی نقطۂ نگاہ سے دُنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ آزاد ہیں۔ ہندو جس بات کی پابندی پر جان دیتے ہیں۔ وہ دراصل سوشل پابندی ہے۔ مذہبی عقائد کی زنجیر کو توڑ دو۔ وہ پرواہ نہ کرینگے۔ لیکن سوشل قانون کی انحراف ورزی کے لئے ہماری قوم میں اپیل کرنے کی کہیں بھی جگہ نہیں ہے۔ اس قسم کی عدالت ہم نے کبھی نہیں بنائی۔ نہ بناتے ہیں نہ بناوینگے۔ اگر کوئی شخص۔ سوشل پابندی کو توڑتا ہے۔ اُس کو ہماری سوسائٹی میں رہنے۔ ہمارے سوشل مفاد سے مستفید ہونے اور ہم میں ملنے جُلنے کا کوئی استحقاق نہیں۔ ہے۔

کھانے پینے ہیں۔ اُٹھنے بیٹھنے ہیں۔ شادی۔ وِواہ کے رسم و رواج ہیں تم سوسائیٹی کے شرائط کی پابندی نہیں کرتے ہو۔ تو دُور دفع ہو جاؤ۔ تم ہندو رہنے کے قابل نہیں ہو۔ پتِت ہو۔ گمراہ ہو۔ مُرتد ہو۔ اور جس طرح کوّے اپنے مرتد ہمجنس کو چونچیں مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ ویسے ہی ہمارے یہاں اُس شخص کی سوشل موت ہو جاتی تھی۔ جو سوسائیٹی کے قاعدہ کی تعظیم نہیں کرتا تھا۔ ہم سوسائیٹی کے غلام ہیں۔ اور اس غلامی پر ہم کو فخر تھا۔

دُنیا کی اور قومیں سوسائیٹی کی اتنی غلام نہیں ہیں۔ وہ مذہب کی غلام ہیں۔ ہم بہ حیثیت ہندو سوسائیٹی کے غُلام ہیں۔ اور اس کے اقرار کرنے میں ہم کو ذرا بھی شرم و حجاب نہیں ہے۔ دیکھو غلام دونو ہیں۔ مگر ان میں بہتر کون ہے؟ جواب ملیگا۔ ہندو۔ اور یہ کیوں؟ سبب یہ ہے کہ آجتک کسی نے کب ایشور کو دیکھا ہے۔ جس کا جیسا خیال ہو اس خیال کے موافق۔ جس کا جیسا رجحان ہو اس رجحان کے موافق ایشور کی پرستش کرے۔ مگر سوسائیٹی کو سب دیکھتے ہیں۔ اُنکو بھی موقع و اجازت نہ ملنی چاہئے کہ سوسائیٹی کے خلاف کارروائی کر سکیں۔"

اس سوسائیٹی کا قانون باضابطہ جسکی تعظیم کے لئے ہندو مجبور ہے۔ وید مقدس کہلاتا ہے۔ ہم نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ ہم ویدوں کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ اور اسی حیثیت سے اُس کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کو ویدوں کی اس حیثیت کے ماننے میں اعتراض ہے۔ تو ہم اُس وقت تک درگذر کرنے کے لئے تیار ہیں جب تک وہ ویدوں کو مجموعہ ضابطہ سوسائیٹی سمجھکر بھی اُس کے ساتھ تعظیم سے پیش آتا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں۔ وہ غلطی پر ہے۔ مگر اس کی غلطی ایک حد تک قابل معافی ہے۔ اگر وہ وید کو ایشور کا کلام نہیں مانتا صرف قابل تعظیم رشیوں کا ہی کلام مانتا ہے جن کا ابتدا میں ظہور ہوا تھا۔ اور اسی حیثیت سے اُن کی عزت کرتا ہے۔ تب بھی ہم کبھی اُس سے باز پرس کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارا اور اُس کا اختلاف جزوی ہے۔ اگر وہ ویدوں کو روحانی کتاب ہونے کی حیثیت نہیں دیتا ہے تو نہ دے مانتا تو کرتا ہے کہ وہ اُن کو سوشل قواعد کا مجموعہ۔ کرم دھرم کا ماخذ۔ ہندو آئین کا مخزن تو سمجھتا ہے۔ اگر یہاں تک بھی اس کو ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ تب بھی ہم اس کو کبھی ہندو سوسائیٹی کے برکات اور مفاد سے محروم کرنے کے لئے تیار نہیں ہونگے۔ ہماری قوم کچھ عجیب طرح کی قوم ہے۔ جو لوگ ایشور سے منکر ہیں وہ اُن کو بھی ناستک نہیں کہینگے۔ کیونکہ مذہبی خیالات کی رُوح سے ایشور کی سمجھ میں اختلافات ضرور ہوا کرینگے۔ اور کیوں نہ ہو۔ ہمارے ہی یہاں ایک شخص اسکو نیتی نیتی کہتا ہے۔ دوسرا ایتی ایتی کہتا ہے۔ ایک کے خیال میں وہ چیتن محض ہے۔ دوسرا اسی میں مادہ کا شمول

بھی سمجھنا ہے۔ اور اس پر بھی سب ایک زبان سے کہتے ہیں۔ وہ اپرم پار ہے۔ من اندریوں سے پرے ہے۔ بدھی اُس تک نہیں جاتی۔ دینداری اور کفر میں دراصل بہت ہی فرق ہے۔ اس وجہ سے کسی کو کیا منصب ہے کہ وہ اپنے آپ کو سچا اور دوسروں کو جھوٹا سمجھے۔

درمیانِ کفر و دیں فرق است بس یک نقطہ را
خواب یک خواب ست امّا مختلف تعبیرہا

ہندو مذہب پرست تک کو بے دین نہیں کہتے۔ مگر ہاں وہ اس کو ناستک کہتے ہیں۔ جو ویدوں کو نہیں مانتا۔ منوجی نے اپنے دھرم شاستر میں نہایت واضح پیرایہ میں لکھا ہے۔

جو وید کو نہیں مانتا وہ ناستک ہے۔ اور اُسکو سوسائٹی میں جگہ نہ دینی چاہیئے۔"

ہمارے یہاں ویدوں کے منکر ہی ناستک ہیں۔ ورنہ جو شخص ویدوں پر ذرا بھی شردھا رکھتا ہے اُسکو کبھی ناستک نہیں کہا گیا۔ دیکھو منوجی کا قول کسقدر واضح ہے۔

नास्तिको वेद निन्दका

یعنی وہ شخص ناستک ہے۔ جو ویدوں کی مذمت کرتا ہے۔ اسی شلوک کے باقی حصہ میں حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی وید کی ہندیا کرے۔ اُسکو پنگت اور دیش سے نکال دینا چاہیئے۔" (باقی پھر)

بھارت کا چرتر

بھگوان رام کے جیون کی ایک پوتر جھانکی

کوی لوکناتھ دل
دہلی

رام سے راون جب گھبرایا — کُمبھکرن کے دھام پہ آیا
سویا ہوا جگایا آ کر — سب پرسنگ سُنایا آ کر
کوئی ایسی بات بتاؤ — کوئی ایسا بان چلاؤ
ایسا کرو کوئی اُپچار — ہو اُس بنباسی کی ہار
اُر کی جلتی آگ بجھاؤں — اُس کی پتنی کو اپناؤں
بھیشن ہو بنباسی کی شکتی — کرو پریوگ انوکھی یکتی

لیتے لیتے ہی انگڑائی
کُمبھکرن بولے سن بھائی

جیت نہیں پائے بدی بل سے — کام نکالو کپٹ سے چھل سے
جاگرت کرو راکھشسی مایا — ہر لو مایا پتی کی مایا
مایا کا اب سوانگ رچاؤ — مایا کا ہی رام بن جاؤ
سنمکھ اس کے جب جاؤ گے — پرم سپھلتا تب پاؤ گے
بیچ میں بول اُٹھے لنکیشور — ہارا ہوں یہ رچنا رچ کر
آپ بتانے لگے ہیں جیسا — ایک دوس میں بنا تھا ایسا
جیوں ہی ایسا ویش بنایا — ایسا اک جادو سا چھایا
بھید مجھے کچھ سمجھ نہ آیا — اپنے آپ ہی میں لجایا

سنو وہاں جو بیتی مجھ پر
کیول مندودری کو تج کر

لنکا نگر کی اک اک ناری — بیٹی بہن اور مہتاری
ہونے لگی تھی درشٹی گوچر — پڑا تھا یہ پربھاؤ تینوں پر
اُس بنباسی کے سروپ کا — بھاگے ہوئے اودھ کے بھوپ کا
اور کوئی یکتی بتلاؤ — ڈولتی ناؤ پار لگاؤ
کُنبھکرن بولے سن بھائی — جس کے روپ کی یہ پربھوتائی
اُس کے ساتھ دھوم مت ان بن — کرو نہ اب مترتا کا سمرن
ایسا سرس چرتر ہے جس کا — ایسا نام پوتر ہے جس کا

اُس کے لئے بیر سب تیاگو
جڑتا کی نندرا سے جاگو

منش جنم

قسط ۱۲

(از قلم شری کرپال سنگھ جی ایم اے)

سماجک طور پر اور بڑے پیمانے پر اس "اخلاقی اندھا پن" اور روحانی بیماری سے چھٹکارا پانے کا ایک ہی علاج ہے کہ ہر ملک کی سرکار روحانی تعلیم کو سکولوں و کالجوں کی تعلیم کا ضروری انگ بنائے اور اسے تعلیمی نصاب (سلیبس) میں نمایاں جگہ دے۔ امتحانات کے نقطہ نظر سے یہ ایک لازمی مضمون تصور کیا جاوے۔ یہ تعلیم غیر فرقہ وارانہ اور انسانیت کی بنا پر ہو۔ اخلاقی تعلیم بھی اس تعلیم کا ایک حصہ ہو۔

اگر انسانی سماج نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا تو اس کا نتیجہ انسانیت کو لازمی طور پر سنسار ویاپی تباہی کی شکل میں بھگتنا پڑے گا۔ اس تباہی سے سنسار کا کوئی دیش بھی نہ بچ نہیں سکے گا۔ اس تباہی کے جراثیم اس وقت بھی سنسار میں چھپکے چھپکے اپنا کام کر رہے ہیں۔ اگر ان کا تدارک نہ کیا گیا تو کسی وقت بھی بھیانک تباہی روپی بیماری کی شکل میں ان کے پھوٹ پڑنے کا خطرہ ہے۔

جب تک انسانی نسل ادھیاتمک قدروں کو نہیں اپناتی اسکی بے چینی، دکھوں اور مصیبتوں کا خاتمہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چاہے یہ سائنس میں آج سے ہزار گناہ بھی ترقی کر جائے۔ "دلی اور دماغی وکاس کا تناسب" ایک اٹل نیم ہے جسکی طرف سے لاپرواہی انسان کو پھر سے حیوانوں کی سطح پر لا کھڑا کریگی۔

مبارک ہے اُن لوگوں کا جینا جنہوں نے روحانی زندگی میں قدم رکھ کر آتم گیان کو اپنا لکش بنا لیا ہے اس مارگ پر چاہے وہ کتنے بھی آہستہ اور گرتے پڑتے چل رہے ہیں پھر بھی وہ اُن لوگوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ جنہوں نے زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور مزے لینا ہی سمجھا ہوا ہے۔ وہ لوگ انسانی چولے کی زینت ہیں اور اُنکے دم سے ہی انسانیت آج بھی زندہ ہے۔ وہ ایک طرح سے دھرتی کو تھامے ہوئے ہیں۔

اس انسانی جسم کی وقعت کچھ بھی نہیں لیکن ہے بھی بہت کچھ۔ جہاں ستھول پہلو میں یہ روگوں کا گھر ہے۔ یہ بات سارے دھرم یک زبان ہو کر کہتے ہیں۔ اس جسم کے ان دونوں پہلوؤں کا ذکر گورو نانک صاحب اپنی پوتر بانی میں کرتے ہوئے ہمیں لکش سے باخبر کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

بھانڈا دھووے کون جو کچا ساجیا
دھاتو پنج رلائے۔ کوڑا ہا جیا۔

بھانڈا آنگ راس جانس بھاوسی
پرم جوت جاگئے۔ واجا واوسی

"اس شریر رُوپی کچے برتن کو کون دھوکر صاف کر سکتا ہے۔ (ارتھات کچے برتن کو دھونے سے اُس پر سے مٹی کا اترنا اُسی طرح جاری رہتا ہے۔ اس طرح جسم کو چاہے کتنا ہی پانی وصابن وغیرہ سے دھوئیں یہ ہر وقت ناپاک ہے۔ کیونکہ اس میں گندگی بھری رہتی ہے) یہ پانچ تتوؤں سے بنا ہوا ہے۔ جو کہ فنا ہونے والے ہیں۔ اس لئے یہ شریر ایک طرح سے جھوٹا دکھاوا اور بناوٹ ہے۔ (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بالکل نکما ہے) یہ شریر انسان کے لئے تب ہی مبارک ہے۔ تبھی اُسے راس آتا ہے اگر یہ خود کو پرماتما کی رضا میں رکھتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ اس میں پرماتما رُوپی پرم جوت کا پرکاش ہو جاتا ہے اور دُھناتمک شبد (یا انحد شبد) پرگٹ ہو جاتا ہے۔"

گورو نانک صاحب نے آخری سطر میں مُنشیہ جنم کا لکش صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ وہ ہے پرکاش اور شبد کو پرگٹ کر کے اپنی ذات میں ستھر ہو جانا۔" گورو ارجن صاحب اسی کو کہتے ہیں:۔

نج گھر بسیو ہر جن پیارے

"اے ہری کے پیارے جن اپنے آتما روپی گھر میں۔ اپنی ذات میں ستھر ہو کر بیٹھ جا، تب من کی باگ دوڑ (جو تمام بے چینی کا کارن ہے) ختم ہو جائے گی اور انسان اُس پرم شانتی کو پراپت کرے گا۔ جو بیان سے باہر ہے۔ جب تک انسان اُمن (ارتھات من رہت = ا + من) نہیں ہوتا اُسے امن (شانتی) نہیں مل سکتا۔ جب تک شخصی رُوپ میں امن نہیں ملتا سنسارک رُوپ میں اُمن ملنا مشکل ہے۔ سو من کی چالوں سے بچنا یا اُمن (من رہت) ہونا ہی اصل میں امن کی گارنٹی ہے۔

شاستروں میں روحانیت کا راستہ بتدریج۔ نفی جمع۔ ضرب اور تقسیم کا راستہ ہے۔ وہ کیسے؟ اسے سمجھنے کے لئے شاستروں کے مندرجہ ذیل کتھن کو وچارنے کی ضرورت ہے جسمیں زبردست کامنا کی گئی ہے کہ:۔

दुर्जन: सज्जनो भूयात् सज्जन: शान्तिमाप्नुयात्
शान्तो मुच्येत बन्धेभ्यो, मुक्तश्चान्यान विमोचयेत् "

"اے پرماتما بُرے لوگ اچھے بن جاویں۔ اچھے لوگوں کو شانتی مل جاوے۔ شانت پُرش بندھنوں سے آزاد ہو جاویں۔ اور بندھنوں سے آزاد ہوئے پُرش دوسروں کو آزاد کر دیں۔"

بُرے سے اچھا کیسے بننا ہے۔ اپنے اندر سے برائیوں کو منفی کر کے پھر پرماتما کے نام کو ہردیہ میں جمع کرنا ہے اُس سے شانتی ملے گی۔ پھر روحانی شغل (ابھیاس) سے اپنی روحانی شکتی میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا ہے۔"

یہ ضرب کا عمل ہے۔ اس سے بندھن کٹ جاویں گے۔ جب اپنے بندھن کٹ جاتے ہیں۔ تب ہی انسان دوسروں کے بندھن کاٹنے کے لائق ہوتا ہے۔ جو خود بندھا ہوا ہے دوسروں کو آزاد نہیں کرا سکتا۔ تب ایسا مکت پرش روحانی بھنڈار دوسروں میں تقسیم کرے گا تاکہ اُن کا بھی بھلا ہو:۔ سو

آپ مکت۔ مکت کرے سنسار
نانک تس جن کو سدا نمسکار
(سکھمنی صاحب)

یہ ہے نفی جمع۔ ضرب اور تقسیم کا عمل جو کہ ادھیاتمک مارگ پر چلنے والے انسان کی زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔

سوامی وویکانند جی نے بہت تھوڑے شبدوں میں انسانی زندگی اور تمام مذہبوں کا سار مندرجہ ذیل کتھن میں بیان کر کے کوزے میں سمندر بند کر دیا ہے۔

"The ultimate goal of all mankind, the end of all religions is but one – reunion with God or what amounts to the same, with the divinity which is every man's true nature"

'Sadhna'

"ساری منشیہ جاتی کا۔ سب دھرموں کا انتم نشانہ صرف ایک ہی ہے: واپس پرماتما میں جا کر ملنا۔ دوسرے شبدوں میں سب کا ارتھ ہے۔ اُس روحانیت کے ساتھ ملنا جو کہ ہر ایک انسان کی اصلی ذات ہے۔"

اپنی ذات کے ساتھ ملاپ یا پرماتما کے ساتھ ملاپ ایک ہی بات کو کہنے کے دو الگ ڈھنگ ہیں۔ گوربانی یہی کہتی ہے کہ آتم رس لینے والا بآسانی پرماتم رس کا آنند لے لیتا ہے۔

آتم رس جن جانیا۔ ہر رس سہجے مان
نانک دھن دھن دھن جن۔ آئے تے پروان۔"

جس نے اپنی ذات (آتما) کو جان لیا اُس نے آسانی سے پرماتما کے ملاپ کا آنند لے لیا۔ ایسے پرش دھنیہ ہیں اور سنسار میں اُنہیں کا آنا سپھل ہے۔"

اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے لکش کو نظروں کے سامنے رکھتے ہوئے عمل زندگی اپنا کر اس راستہ پر گامزن ہو جاویں۔ تاکہ حیوانوں کے دائرہ سے نکل کر انسانوں میں اپنا شمار کر سکیں اور منشیہ جنم کے مقصد کو پورا کر سکیں۔

(اوم شم)

اوم

(مسلسل)

چہل درویش

(از قلم منشی سورج نرائن جی مہر)

اوم

چوتھے سادھو کی کہانی۔

گزشتہ سے پیوستہ

بچارے دنیا کی بے ثباتی
خواب زندگی (کا بقیہ)

سکتے کا سا عالم ہوا دل پر مرے طاری ۔۔۔ یہ سن کے کہ میعاد ہوئی ختم ہماری
میں پیر کے پاؤں میں پڑا بخشئے للہ ۔۔۔ حضرت کو جزا رحم کی دے حضرت باری
کرتی نہ تھی جو بیٹے وہ کی منت بے سود ۔۔۔ کرتی نہ تھی جو میں نے وہ کی گریہ زاری
ہنستا رہا سن سنکے وہ اور اسکی عوض میں ۔۔۔ بیہوش ہوا میں وہ دوا مجھکو سنگھائی

ہوش آیا تو دیکھا کہ ہے اک کلبۂ احزاں ۔۔۔ اس کے در و دیوار سے ہے یاس نمایاں
یہ یاس فقط میری نگاہوں میں ہے ورنہ ۔۔۔ شادی سی ہے اس گھر میں اک شخص ہے شاداں
باہر ہیں مبارک و سلامت کی صدائیں ۔۔۔ کچھ بیبیاں اندر بدل شاد ہیں خنداں
اس گھر میں اک شاد ہے گریاں ہوں فقط میں ۔۔۔ سنتا نہیں پر کوئی مری ہائے دہائی

بیکس ہی نہیں اور ساتھ ہی بے بس ہوں نہایت ۔۔۔ کروٹ بھی بدلنے کی نہیں جسم میں طاقت
رو دیتا ہوں از بس مرا چلتا نہیں کچھ بس ۔۔۔ جب بھوک کی اور پیاس کی ہوتی ہے اذیت
ہے باعث تکلیف ہر اک شے کا مجھے لمس ۔۔۔ پر کہہ نہیں سکتا دل بیتاب کی حالت
حاجات جتلانے کا ہے آلہ مرا رونا ۔۔۔ سونے سے اگر میں نے ہی فرصت کبھی پائی

ابعاد ثلثہ کے نہیں علم سے بہرہ ۔۔۔ آنکھوں میں مری محض تصاویر ہیں اشیا
حرکات ہیں اعضا کی بہت غیر معین ۔۔۔ پڑتا ہے کہیں ہاتھ کہیں قصد ہے اپنا
ہے بعد بعیدی بھی قریبی مرے نزدیک ۔۔۔ میں چاند کے لینے کو زمیں سے ہوں لپکتا
لئے پھرتے ہیں مجھے گود میں بچے ۔۔۔ کہتے ہیں انہیں بہن ہے یہ ہے بھائی

چنانچہ رہا میں اس طرح گودوں کا کھلونا — یا بستر راحت تھا پنگورے کا بچھونا
دانتوں کی اور آنکھوں کی تکالیف تھیں اکثر — خسرے کا کبھی تھا کبھی چیچک کا تھا رونا
چوٹیں بھی لگا کرتی تھیں چلنے میں بہت سی — تھا کار اہم صبح کو منہ ہاتھ کا دھونا
کھانیکی شبا روز پڑی رہتی تھی مجھکو — اور کھانے میں مطلوب تھی مرغوب مٹھائی

معصوم تھا اس عالم طفلی میں مرا دل — جس بات پہ میں چاہتا تھا ہوتا تھا مائل
ملجاتا تھا اچھا سا کھلونا جو کسی روز — ہوتی تھی خوشی وہ کہ نہ بادشاہ کو حاصل
سنتے تھے بہت چاؤ سے باتیں مری ماں باپ — گو بات کا کرنا تھا مرے واسطے مشکل
شک کا دل صافی میں کہیں زنگ نہیں تھا — جو بات کسی نے کہی باور مجھے آئی

اس ناز و نعم میں ہوئے جب ختم کئی سال — میں مدرسے جانے لگا تھا گرچہ برا حال
لڑکا تھا جماعت کا ہر اک بچۂ شیطاں — استاذ کا تھا جور مری جان کو جنجال
حیران بہت تھا کہ کہاں آن پھنسا ہیں — بھاگا بھی کئی بار یہ بیسود تھی یہ چال
پڑھتا رہا میں گرچہ نہ لگتا تھا میرا دل — ابجد تھی مجھے روز پہاڑوں کی چڑھائی

آخر کو یہ منزل بھی ہوئی طے بصد آزار — استاد جماعت میں سمجھنے لگا ہشیار
تھا شوق مجھے اوروں سے بڑھ چڑھ کے رہوں میں — اس واسطے محنت سے تھا ہر وقت سروکار
کرتا ہوا اس طرح بتدریج ترقی — میں علم کے زینے پہ چڑھا کام تھا دشوار
انعام کے ملنے کی خوشی مجھکو بہت تھی — جب ممتحن آتا تھا سننے تا کہ پڑھائی

اس طرح جو اعلیٰ تھی جماعت وہاں پہنچا — انعام کبھی اور وظائف کبھی لیتا
دی علم کی تحصیل نے دلکو مرے وسعت — ورزش نے کئے چست و توانا مرے اعضا
پیدا کئے کچھ یار بنائے کئی دشمن — تعلیم جماعت کا زبس خاصہ یوں تھا
اس روز مجھے شاہی اقلیم ملی تھی — جس روز کہ میں نے سند داخلہ پائی

(باقی پھر)

بھول

(از۔ حکیم رمیلداس مضطر)

منش جنم ملا تو تھا اس لیئے کہ انسان اس میں اتنی کمائی کرے کہ دوبارہ اس کو مرتیو لوک میں نہ آنا پڑے۔ مگر مایا کے چکر میں ایسا بُری طرح پھنسا کہ اپنا اصلی مقصد بھول کر جنم جنمانتر تک بھٹکنے کا سامان کرنے لگا۔ بقول کد سہ

آئے تھے ہری ملن کو اوٹن لگے کپاس

ارتھات۔ اس مرتیو لوک میں ہم اس لیئے آئے تھے۔ کہ ہماری جیو آتما جو پرم آتما سے جُدا ہو چکی ہے اسے پھر سے پرم آتما میں ملاویں۔ مگر یہاں آکر مایا کی کپاس دُھننے لگے۔ یعنی مایا کے چکر میں پھنس گئے سب سے زیادہ تعجب انگیز تو بات ہے۔ کہ ہر وچار وان اس بات کو جانتا ہے۔ کہ تمام دنیاوی پدارتھ یہیں پڑے رہ جاویں گے۔ ہزاروں لاکھوں روپئے کا مالک ایک کوڑی تک ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ ہزاروں لاکھوں بیگھوں زمین کا مالک ایک چُٹکی بھر مٹی پلے نہیں باندھ سکتا۔ اور اپنے حلقہ احباب و رشتہ داروں کے سینکڑوں ہزاروں آدمیوں میں سے کوئی بھی اس کی امداد نہیں کر سکتا۔ پرلوک کی امداد تو ایک طرف اگر وچار کی آنکھ سے دیکھا جائے۔ تو اس مرتیو لوک میں بھی کون کسی کی امداد کر سکتا ہے۔ یعنی کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی بیمار ہو جاتا ہے۔ اُس کے جو بیماری یا تکلیف اپنے کرم انوسار آئی ہے اس میں سے کوئی رشتہ دار۔ کوئی دوست۔ کوئی غمخوار۔ تھوڑی سی لے سکتا ہے؟ نہیں کوئی نہیں لے سکتا۔ جس شخص کے حصے میں جو کچھ تکلیف آئی ہے۔ وہ خود ہی اُسے برداشت کریگا۔ جب اس دُنیا میں یہ حال ہے تو پرلوک میں جبکہ انمیں سے کوئی بھی ساتھ ہی نہیں ہوگا۔ تو تکلیف میں ہمدردی و غمگساری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا وغیرہ۔ جیسا کہ مذکور ہُوا۔ کہ ہر وچار وان آدمی مذکورہ حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ کسی شریر یا پدارتھ کے ساتھ ہمارا حقیقی رشتہ ناطہ نہیں۔ اور نہ ہی کوئی پرلوک میں مددگار ہوگا۔ مگر پھر بھی اس بات پر یقین نہیں کرتا۔ اور اسی وجہ سے وہ اس ناپائیدار میں ناپائیدار پدارتھوں کے ساتھ اور شریروں کے ساتھ وابستگی رکھتا ہے۔ یعنی اگر وہ اس مذکور بات کو جاننے کے ساتھ یقین بھی رکھتا۔ تو اس کا طرز زندگی کچھ اور طرح کا ہوتا۔ یعنی وہ اس دُنیا میں سب کچھ کرتا ہوا بھی اپنے من کو ان پدارتھوں یا شریروں میں لگانے کی بجائے بھگوان کے چرن کملوں میں لگائے رکھتا۔ اپنے تمام تعلقداروں اور پدارتھوں کے ساتھ یتھا یوگ شاستر مریادا انوسار اور بے تعلق ہو کر زندگی بسر کرنا انسان کو روحانی کمال تک پہونچانے کی شکتی رکھتا ہے۔ اور ایسے وچار رکھنے والا آدمی ہر ایک جائز کام کرتے ہوئے بھی ان کے اثرات سکھ دکھ

سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک خزانچی کی طرح تصور کرتا ہے۔ یعنی خزانچی کے پاس اگر ہزاروں لاکھوں روپے آ گئے ہیں۔ تو اس کو خوشی نہیں ہوتی۔ اور اگر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ ہو گئے ہیں۔ تو اداسی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اس بات کو جاننے کے ساتھ یقین بھی رکھتا ہے۔ کہ ان ہزاروں اور لاکھوں روپیہ میں میری ایک کوڑی تک نہیں۔ اس کا مالک جو ہے سو ہے۔ اگر نفع ہوگا تو مالک کا۔ نقصان ہوگا تو مالک کا۔ میں تو صرف تنخواہ کا مستحق ہوں۔ اور وقت ختم ہوتے ہی تمام کاغذات متعلقہ خزانہ یہیں چھوڑ کر اپنے گھر جا کر آرام کروں گا۔ پس ایک وچاروان آدمی کاروباری ہوتے ہوئے بھی بے تعلقی زندگی بسر کر کے اپنے جیون میں سبھلتا پراپت کر سکتا ہے مگر وہ جو اپنا جیون شاستر مریادا کے انوسار گذارے گا۔ اگر وہ موہ ممتا میں پھنس کر اپنے فانی شریر کے عیش و آرام کے لئے یا اپنے پسماندگان یعنی اولاد وغیرہ کیلئے ناجائز طریقہ کام کرتے ہوئے مایا اکٹھی کریگا۔ تو اسے نہ تو یہاں سکھ چین نصیب ہوگا۔ اور نہ ہی پرلوک میں۔ کیونکہ کرم پھل کا ملنا ایک اٹل قانون ہے۔ عمل اور ردعمل یہ وہ قانون ہے کہ جس کو ٹالنا امر محال ہے۔ لیکن جو شخص اس قانون کی پرواہ نہ کر کے من مانی کارروائی کرتا ہے۔ اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ یہ مندرجہ ذیل کتھا سے سمجھ میں آ سکے گی۔

کتھا ہے۔ ایک دفعہ دیو رشی نارد جی و انگرہ رشی بھرمن کرتے ایک نگر کے بازار سے گذر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا۔ کہ ایک دوکان پر اناج کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اور ایک بکرا اس میں منہ مار کر اناج کھانے کی کوشش کر رہا ہے ابھی بکرے نے ڈھیر میں منہ مارا ہی تھا۔ کہ اتنے میں دکان کے مالک کی نظر پڑ گئی۔ غصہ میں اٹھا۔ اور ایک لاٹھی بکرے کو اس زور سے ماری۔ کہ بیچارہ اناج کھانا تو ایک طرف میں میں کرتا وہاں سے بھاگا۔ اور اپنی جان بچائی یہ نظارہ دیکھ کر دیو رشی نارد جی ہنس پڑے۔ انگرہ رشی نے پوچھا۔ نارد جی آپ کو اس موقعہ پر ہنسی کیوں آئی؟ جب رشی انگرہ جی نے پوچھا تو نارد جی نے جواب دیا۔ کہ رشی جی کچھ عرصہ پہلے یہاں جہاں کہ اناج کا ڈھیر لگ رہا ہے ایک معمولی سی دوکان تھی۔ اور اس معمولی دوکان کے مالک نے یہاں اناج کا کاروبار شروع کیا ہوتے ہوتے اس کا کام خوب بڑھا۔ اور یہ دوکان ترقی کرتی گئی۔ یہ اصول کی بات ہے کہ جب کمائی زیادہ ہوتی ہے۔ تو پیسہ کو خرچ کرنے کی سوجھتی ہے۔ چنانچہ مالک دوکان نے اس جگہ پر ایک بہت بڑی پختہ دکان بنوائی۔ اور اس کے ساتھ ایک پختہ حویلی بھی اپنی رہائش کے لئے تعمیر کرائی۔ اس حویلی پر بہت قیمتی مصالحہ خرچ کیا۔ بڑھیا سے بڑھیا سامان لگایا۔ شائد اسی خیال سے کہ میں ہمیشہ ہی اس شاندار حویلی میں رہ جاؤں گا۔ مگر یہ بات تو ناممکن ہی ہے کون ایسا بشر ہے۔ جو ہمیشہ یہاں رہا ہو۔ عام انسان قدرت کے اس قانون کو بھول جاتے ہیں۔ کہ جو بھی پیدا ہوا ہے وہ ایک نہ ایک دن مرے گا بھی۔ کوئی طاقت اس ازلی قانون کو توڑ نہیں سکتی۔ آخر وہ وقت قریب آ گیا۔ جو ہر جاندار کے لئے آتا ہے۔ یعنی مالک حویلی کا انت سمے آ گیا۔ اب جبکہ یہ اپنی جیون یاترا سماپت کرنے لگا تو۔ اس کی مالی حالت لاکھوں کی نہیں بلکہ کروڑوں روپے کی تھی۔ ارتھات وہ مرتے وقت کروڑپتی تھا۔ مگر چونکہ مایا کے چکر میں ہی زندگی بسر کی تھی۔ پرلوک کے لیے کوئی سادھن نہیں کیا تھا۔ اس لئے انت متی سو گتی کے ماتحت کسی ایک برتی کے کارن اس کو بکرے

کی جونی تھی۔ اب جبکہ یہ بکرا جوان ہوا تو اتفاقاً آج یہ اس طرف بازار میں آنکلا۔ اور بھوک کے کارن اناج کے ڈھیر پر مُنہ مارا۔ مگر ابھی چند ہی دانے اناج کے اس کے مُنہ کے اندر نہیں گئے ہونگے کہ اس پر لاٹھی کی چوٹ پڑی۔ اور یہ لاٹھی کی چوٹ پہونچانے والا کوئی دوسرا یا غیر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے پچھلے جنم کا وہ بیٹا ہے۔ کہ جس کے خاطر اس نے سینکڑوں ہزاروں من اناج اور لاکھوں کروڑوں روپیہ کی جائداد چھوڑی تھی۔ آج وہی پچھلے جنم میں ہزاروں من اناج کا مالک چند دانوں کے لیئے لاٹھیاں کھاتا پھرتا ہے۔ نارد جی نے کہا رشی جی بھگوان کی یہ وچتر مایا یا لیلا دیکھ کر مجھے ہنسی آئی تھی۔

اب اس کتھا کے آدھار پر وچار کیا جائے۔ کہ جو منش شاستر مریادا کو توڑ کر ناجائز طریقہ سے سنتان کیلئے دھن دولت اکٹھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کتنی غلطی پر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ شریر چھوڑنا ہے۔ اوشیہ چھوڑنا ہے اور تمام سمپتی بھی چھوٹنی ہے۔ اور اوشیہ چھوٹنی ہے۔ لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ ست شاستر اور ست پُرش بار بار چیتاونی دیتے ہیں۔ کہ اے نادان انسان۔ مایا میں غلطاں انسان۔ تو یہ جو کچھ کر رہا ہے۔ یعنی دن رات۔ سردی۔ گرمی۔ دیس پردیس۔ جائز۔ ناجائز طریقہ سے دولت کے اکٹھا کرنے میں پاگلوں کی طرح پڑا پھرتا ہے۔ یہ تو اپنے لیئے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے لیئے کر رہا ہے۔ باڑ تو توڑ رہا ہے۔ اور سُکھ ملے گا دوسروں کو۔ تو اپنے لیئے تو بُرا کر رہا ہے۔ کہ موہ ممتا میں اگر ستیہ کو استیہ اور استیہ کو ستیہ سمجھ کر استیہ کے ساتھ پریم بڑھا رہا ہے۔ لیکن یاد رکھ کہ استت پدارتھوں کے ساتھ پریم رکھنے کا نتیجہ دُکھ اور ست سروپ بھگوان کے ساتھ پریم رکھنے کا نتیجہ سُکھ اور امرپد کی پراپتی ہے۔

بس چاہیئے کہ اس منش جنم کو پاکر ہم غلطی نہ کریں۔ جس طرح کوئی طالب علم امتحان میں غلطی کر جاتا ہے۔ تو اُسکی سال بھر کی کمائی نشٹ ہو جاتی ہے۔ یعنی غلطی کے کارن امتحان میں فیل ہونے کی سزا دوبارہ پڑھائی کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح جو منش اس جسمانی شریر میں غلطی کر کے امتحان زندگی میں فیل ہو جاتا ہے۔ اُسے بموجب تحریر دھرم شاستر پھر کسی جونی میں آنا پڑتا ہے۔ اور یہ سلسلہ تب تک جاری رہتا ہے۔ جب تک کہ جیو آتما پوری طرح سپھلتا پراپت کر کے پرم آتما میں لین نہیں ہو جاتی وہ انسان سخت نادان ہیں۔ جو اس چند روزہ زندگی میں دُنیاوی فانی پدارتھوں سے پریم اور محبت کرتے ہیں ایسے لوگ جتنا زیادہ پریم دنیاوی پدارتھوں کیساتھ کرتے ہیں۔ اُسی قدر افسوس اور غم کے کانٹے اُنکو چبھتے ہیں جو کچھ ناجائز کمائی انہوں نے کی ہوگی۔ وہ تو یہیں دھری رہ جائیگی۔ مگر اسکے پھل آگے بھگتنا ہی

باغ ہستی کا نظارہ چار دن　　شجر دریا بر کنارا چار دن
عیش کے ساتھی ہیں سب دیتا نہیں　　کوئی بھی غم میں سہارا چار دن
بعد مٹ جاتی ہے الفت خود بخود　　طفل لگتا ہے پیارا چار دن
عالم فانی میں وقت زندگی　　عیش سے کس نے گذارہ چار دن
یاد کر مالک کو پیارے یاد کر　　کر لے جیون میں کفارہ چار دن

داور شانتی امرکر

اوم

التجا بدرگاہ عالی

شری بنسی دھر ویر بھم (ضلع روہتک)

تری اوٹ بھگوان تیرا آسرا ہے — نہیں کوئی بھی اپنا تیرے سوا ہے
پتو مات تو ہی سہائک سکھا ہے — تو ہی دین دکھیوں کا مشکل کشا ہے
غریبوں کا اک تو ہی حاجت روا ہے — تو ہی بے وسیلوں کی جائے پناہ ہے
اگر بخش دے تو تو پرواہ ہی کیا ہے — کہ تو ہی شہنشاہ ارض و سما ہے
نہ بخشندہ تجھ سا کوئی دوسرا ہے — سوالی ترے در کا شاہ و گدا ہے
کریم کرم کر، کرم کی صدا ہے — پھیلائے دامن سوالی کھڑا ہے
تو خالق سبھی نعمتوں کا ہے مالک — مگر نعمتوں سے نہ کچھ مدعا ہے
رہے نام سمرن ترا دھیان ہر دم — کہ جیون ترا نام آرادھنا ہے

طلب ہے فقط تیری تجھ سے اے پریتم
تو مل جائے بس اک یہی التجا ہے

اوم

اک نام تمہارا کافی ہے

(از قلم شری ستگور پرشاد مہر لویا سنتو۔ بہوٹی ضلع سیتاپور)

اک بحر الم میں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہے — بھوساگر سے ترنے کیلئے اک نام تمہارا کافی ہے
امید کا دامن چھوٹ گیا ماحول کی آنکھ مچولی میں — اک خستہ جگر عاشق کے لئے اتنا ہی سہارا کافی ہے
اسرار حقیقت کچھ بھی ہو وہ راز محبت کیا سمجھیں — بے لوث نظر اٹھ جائے ادھر اتنا ہی اشارہ کافی ہے
اس پاپی جیو کو ہو کیسے درشن کی تمنا شیام سندر — دنیا میں الم سہنے کیلئے پردہ ہی تمہارا کافی ہے
تم برج میں رہو متھرا میں رہو یا اور کہیں جا دور بسو — گوکل کی رنگیلی سکھیوں کو پچھلا ہی نظارہ کافی ہے

تم بھگت کے دل میں رہتے ہو اور بھگت تمہارے دل میں ہیں
ستگور کے لئے بس گیتا کا پیغام تمہارا کافی ہے

اوم اوم

زندگی

(شری جگدیش چندر کوہلی) (سرشار)

درد و غم کو جو سمجھتے ہیں عذابِ زندگی — اُن کی قسمت میں کہاں کیفِ شرابِ زندگی

عہدِ طفلی، نوجوانی، صبحِ پیری، شامِ زیست — ہے انہی رنگوں سے ترتیبِ کتابِ زندگی

جس طرح انساں کا سایہ ہو اُسکے ساتھ ساتھ — ہے اسی صورت اجل بھی ہم کابِ زندگی

زندگی سمجھا ہے جسکو اک حسیں دھوکا ہے یہ — اے نثارِ جلوۂ موجِ سرابِ زندگی

جب کبھی چھائیں زندگی پر موت کی تاریکیاں — دفعتہً اُبھرا افق پر آفتابِ زندگی

زندگی کی قدر و قیمت سے رہے جو بے خبر — عمر بھر ہوتا رہا اُن پر عتابِ زندگی

زندگی کہتے ہیں جسکو تا ابد پائندہ ہے — موت نے بھی رُخ پہ ڈالا ہے نقابِ زندگی

موت کی زنجیر اسکو کر نہیں سکتی اسیر — فطرتاً آزاد رکھتا ہے عقابِ زندگی

میکدہ ہے اپنی نظروں میں یہ ساری کائنات
ہم بھی اے سرشارؔ ہیں غرقِ شرابِ زندگی

اوم

چُنے ہُوئے پھُول

[illegible]

۱- اُس دھن کا کیا جس کا اُپیوگ ہوا دان نہ ہو ۔ ایسے بل کا کیا جو شتروؤں کو دبا نہ سکے
ایسے شاستر ہی کیا جن میں دھرم کا آچرن نہ ہو ۔ اور وہ آتما ہی کیا جو اندریوں کو جیت سکے

2- شاستروں کو پڑھکر بھی لوگ مورکھ رہ جاتے ہیں جو کریاوان ہیں وہی وِدوان ہیں۔ اچھی طرح وچار کر کہی ہوئی اوشدھی کیول نام لینے سے ہی مَنش کو نروگ نہیں کرتی۔

3- جس پُشپ میں سُگندھ نہیں چاہے وہ خوبصورت ہو تو بھی شوبھا نہیں پاتا۔ اس طرح سُندر یُوا اوستھا یا اچھے کُل میں پیدا ہُوا مَنش اگر مورکھ ہے تو اُسے شوبھا نہیں ملتی۔

4- اچھے کپڑے پہنے ہوئے مورکھ تب تک شوبھت ہوتا ہے۔ جبتک بولتا نہیں اُسکی وانی سُنکر لوگ اُسے مورکھ سمجھتے ہیں۔ اور اس کا سمان ختم ہو جاتا ہے۔

5- شاستروں نے کہا ہے کہ :- سادھارن آدمیوں کے ساتھ رہنے سے بُدھی گھٹتی ہے سمان کے ساتھ رہنے سے سم رہتی ہے اور بھلے منشوں کے ساتھ رہنے سے بدھی وکست (بڑھتی) ہوتی ہے۔

6- وہی مَنش وویک شیل ہے جو دوسری استریوں کو ماتا کے سمان دوسروں کے دھن کو مٹی کے سمان سمجھے اور سبھی پرانیوں کو اپنے سمان سمجھتا ہے۔

7- لوبھ کے کارن کرودھ لوبھ سے ہی موہ اور ناش ہوتا ہے۔ لوبھ ہی پاپ کا کارن ہے سونے کے مرگ کا جنم لینا اسنبھو (ناممکن) ہے۔ پھر بھی رام جی نے مرگ کے لئے لوبھ کیا۔ جس کا کارن سیتا کا ہرن ہُوا۔

8- کیول جاتی کارن کوئی مارا یا پُوجا نہیں جاتا۔ بلکہ اپنے ویوہار کے کارن مارا یا پوجا جاتا ہے۔

9- سمان کرنا چاہیئے۔ یدی گھر میں دھن نہیں ہے تو بھی اتتھی کی پُوجا تھا آدر سمان میٹھے بچنوں سے کرنا چاہیئے کیونکہ ترن۔ بھومی۔ جل اور مدھر بچن کبھی بھی ست پُرشوں کے گھر سے اوچھن نہیں ہوتے۔

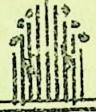
10- ماس جو کھاتا ہے اور جس کا ماس کھایا جاتا ہے ان کا مقابلہ کریں۔ ایک کو ایک پل کا سواد اور دوسرے کا پران جاتا ہے۔ جو نیک مانو ہے وہ کیوں ایسا کریگا۔ جبکہ دوسرے سواد کی وستو پیٹ بھرنے کو ملتے ہیں۔

11- یہ میرا ہے یہ تیرا ہے یہ دوسرے کا ہے یہ چھوٹی سمجھ والوں کا وچار ہے اُودار دل والے پُرشوں کا تو تمام سنسار ہی کٹمبھ ہے۔

12- نہ کسی کا کوئی متر ہے نہ کسی کا کوئی شترو ویوہار سے ہی متر اور شترو ہوتے ہیں۔

اوم شم

اوم



قسط ۷

سنت سنگ سمیلن

برہم لین شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج کی پنیہ سمرتی میں بھگوان بھون رشی کیش میں وارشک اتسو جو مورخہ ۱۱-۱۲-۱۳ اپریل ۱۹۷۰ء کو ہوا۔

از نیلمبر پرمود و جیپیہ
نند لال جی اے بی اے

پرم پوجیہ سوامی چیتیا نند جی مہاراج اکھنڈا نند آشرم رشی کیش جی کے اپدیش کا سار "

مہاں پرش انسانیت کا پاٹھ پڑھکر خدائی درجہ بخشتے ہیں۔ انسان مایا کے تاریک اور حیران کن پھیلاؤ سے مہاں پرشوں کی برکت سے نکلتا ہے اور اُسے اِن کی کرپا سے ہی شانتی اور حقیقی سکھ کی جھلک نصیب ہوتی ہے شاستر دوارا ایشور کا دیا ہوا اپدیش پرانی ماتر کے لئے سمندر کے کھاری جل کے سمان ہوتا ہے جو کہ مہاں پرشوں اور سنتوں کے مکھار بند سے امرت روپ میں برستا ہوا مانوتا کا کلیان کرتا ہے۔ سنت اور گورو جن اپنے سروپ کا یتھارتھ بودھ پراپت کر کے دوسروں کو اس کا گیان کراتے ہیں۔ ایشور انسان کو مایا جال میں پھنساتا ہے اور سنت مایا جال سے نکالتے ہیں۔ برہم لین ۱۰۸ پوجیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج اسی قسم کے تت ویتا مہاں پرش تھے۔ ان کے امرت مئی بچن آج بھی ہمارے ادھیاتمک جیون کے لئے مشعل راہ ثابت ہو رہے ہیں۔ اُن کے پرتی اصلی شردھا نجلی اُن کے اپدیش کے انوسار اپنے جیون کو ڈھالنا ہے۔

پرم پوجیہ سوامی پوری پُورتا نند جی مہاراج منگل آشرم رشی کیش۔ آپ نے کین اپنشد کے مندرجہ ذیل منتر کے مطابق انسانی جامہ کی وششٹتا پر پرکاش ڈالا۔

इह चेद वेदीदथ सत्यमस्ति न चेदि हा।
वेदीन्महती विनष्टिः। भूतेषु भूतेषु विचित्य धीराः प्रेत्यास्मा ल्लोकाद-
मृता भवन्ति ॥ (केन-उप० खण्ड २ श्लो० ५)

ارتھ۔ اس جیون میں یدی جان لیتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں جانتا تو مہان ہانی ہے۔ جو بدھیمان ہیں وہ تمام جگت کے اندر اُسے انوبھو کر کے جب بھی یہاں سے جاتے ہیں تو امر بھاؤ کو پراپت ہوتے ہیں۔"

یہ مانو شریر ایک انمول رتن ہے اسے مایا کے دھندوں میں برباد کرنا مہاں مورکھتا اور زبردست خسارے کا سودا ہے۔

گوروواک۔ "بھئی پراپت مانکھ دیہریا۔ گوبند ملن کی ایہہ تیری بریا"
"جا کر آئے سوئی بیا جھو۔ ہر گُن تے منوا سہرا۔"

پاون پنیت گوربانی ہمیں اگیانتا سے جگا کر خبردار کر رہی ہے کہ اے انسان تیرا پرم کرتویہ یہی ہے کہ تو مہاں پرشوں کے بتائے ہوئے مارگ کے انوسار اپنے جیون کے کلیان ارتھ موکش کی پراپتی کر لے۔

نا معلوم یہ نایاب وقت پھر ملے یا نہ ملے۔ جو ایسا کر پاتا ہے وہی مبارک ہے۔ مہاں پُرشوں کے اُپدیش کے مطابق اپنے جیون کو شُبھ مارگ پر لگانا ہی اُن کے پرتی شردھانجلی ہے۔

پرم پوجیہ مہاتما آنند بودھ جی مہاراج سورگ آشرم رشی کیش کے فاضلانہ لیکچر کا خلاصہ آجکل بھوتک واد زوروں پر ہے۔ سنیما۔ ریڈیو۔ اور ناول اتیادی لوگوں کے آچار کو بھرشٹ کر رہے ہیں۔ وستے وکاروں کی طرف مانو کی رُچی پرتی دن بڑھ رہی ہے۔ آچار اور وچار ہینتا زور پکڑ رہی ہے جب تک اپنے آچار اور ووہار کو نہ شدھارا جائے۔ جب تک اندریوں اور من کا پرواہ نہ بدلا جائے۔ تب تک ویدواک من پر کچھ اثر نہیں کرتے۔ مہاپرشوں کا اُپدیش ایسی حالت میں بے اثر ثابت ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم پرم پوجیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج جیسے تت وتیا مہاں پرشوں کے اُپدیش کے انوسار اپنے ووہار آچار اور وچار کو شُدھ بنائیں۔ جیون کو باقاعدہ اور سنیمی بنانے کی کوشش کریں تب ہی ہم برہم گیان کے ادھیکاری بن سکتے ہیں۔

شریمان مہاتما وویکانند جی مہاراج رشی کیش

ایشا واسیہ اُپنشد

स पर्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धम
पापविद्धम्। कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽर्थान् व्यद-
धाच्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः॥　　ईशा० ८ मंत्र

ارتھ۔ "وہ آتما سرو ویاپک ہے۔ سب کا سار رُوپ ہے اُسکے کایا (استھول شریر) نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ورن۔ الکھوانا ڑی ہے۔ وہ شدھ اور پاپ رُوپ مل سے رہت ہے۔ سرووت۔ الکھوا وِکھو اور سوئمبھو ہے۔ سرشٹی کے آرمبھ میں اُس نے پرجاپتیوں کے پرتی یتھاوت کاریوں کو سونپا۔"

مذکورہ منتر کے انوسار آپ نے آتم دیو کا سروپ ورنن کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنا آپ اتی سوکھشم ہے جب تک اندریوں اور من کو روک کر ستیہ مارگ پر نہ لگایا جائے اُتنے تک سوکھشم اور وویک وتی بدھی پیدا نہیں ہو سکتی وویک کی اُتپتی کے لئے ست سنگ اور سنت جنوں کا ملاپ اتم سادھن ہیں جہاں تک بن پڑے بھید وادیوں کی سنگت سے گریز کیا جائے۔ گیانیوں کا مان اور ستکار کرنے سے اور ان کے پاون چرنوں میں بیٹھ کر ست اُپدیش گرہن کرنے سے من کو شانتی پراپت ہوتی ہے۔ پرم پوجیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج ایسے ہی تت وتیا مہاں پُرش تھے۔ جن کا پوتر اُپدیش آج بھی ادھیکاری جیووں کا کلیان کر رہا ہے۔ اُن کے اُپدیش کو اپنانا اور جیون کا انگ بنانا ہی ان کے پرتی حقیقی شردھانجلی ہے۔

پرم پوجیہ سوامی رگھبر دیال جی مہاں منڈلیشور اودھوت آشرم رشی کیش جی کے منوہر ودیا کھیان کا سار روپ۔

جتنا نام روپ پرپنچ ہے سب پریورتن شیل اور اگماپائی ہے۔ وہ وستو جو نہ کہیں جاتی ہے اور نہ آتی ہے۔ قائم دائم سدا اک رس والی ہے وہی برہم ہے۔

مایا۔ اودیا اگیان جو کہ اس نام روپ پرپنچ کا کارن ہیں انھی کی وجہ سے جیو اپنے واستو سروپ کو بھول گیا ہے اور اپنے آپ کو دیہہ مان کر دُکھی ہو رہا ہے۔

دیہہ کھٹ وکار وان ہے۔

"جنم استی اَر وردھ پرن ودیرن کھے تن ناش
کھٹ وکار یہ دیہہ کے آتم سویم پرکاش"

دیہہ وکار وان اور آتم دیو اپنا آپ نروکار۔ شدھ نرمل سچدانند سروپ ہے جیسی وستو ہو اُس کا ویسا جاننا گیان کا سروپ ہے اور اُلٹا جاننا اگیان ہے۔ اپنے آپ کو آتما جاننا گیان ہے اور دیہہ ماننا اگیان ہے اور یہی دُکھ کا کارن ہے۔ ہم دیہہ ابھیمان کے ہوتے ہوئے سُکھ اور شانتی کے خواہاں ہیں جس کی پراپتی ناممکن ہے۔ ہم بوتے کیکر ہیں اور چاہتے انگور کا پھل ہیں یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔ دیہہ ابھیمان سرو پاپوں کا باپ ہے اس کی نورتی وویک اور ویراگ سے ہو سکتی ہے وویک اور ویراگ کی پراپتی کے لئے ست سنگ اور سنت جنوں کا ملاپ ضروری ہے۔ اُنکے اُپدیش سے ہی ہماری درشٹی ایکتو بھاو میں قائم ہوتی ہے اور اسی سے شانتی پراپت ہو سکتی ہے۔ سوامی گوبند آنند جی مہاراج ایسے ہی نت ودیا مہان پرش تھے جن کے ملاپ سے کئی مایا جال میں پھنسے ہوئے دُکھی پرانی شانت بھاو کو پراپت ہوئے اور آج بھی اُن کا اُپدیش کئی جگیاسوؤں کو شانتی پردان کر رہا ہے۔

پرم پوجیہ سوامی شاشوت آنند تیرتھ جی مہاراج۔ پرم شنیہ 108 پوجیہ برہم لین سوامی گوبند آنند جی مہاراج، کا عالمانہ اُپدیش۔ شمع پہلے اپنے آپ کو جلاتی ہے۔ پھر پروانے اُس پر نچھاور ہوتے ہیں۔ جہاں پُرش سنیم اور تپ کی بھٹی میں اپنے جیون کو تپا کر آتم سالکھیات کار کے نورِ مقدس سے منور ہو جاتے ہیں پھر اُن کا پرکاش پرانی ماتر کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ سورج نے آج تک کسی کو نمنترن نہیں دیا۔ سورج کا پرکاش ہوتے ہی نندرا میں ملین پرانی آلسیہ اور پرماد کا تیاگ کر کے خود ہی اپنے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ یہی کیفیت تت ودیا مہاں پرشوں کی ہے۔ اُن کے جیون کے کارنامے اور اُن کا پوتر جیون

ہی بھولے بھٹکے انسانوں کی اپنے گیان کے پرکاش سے رہنمائی کرتا ہے۔ وہ خود بخود اُن کے چرنوں میں حاضر ہوکر اپنے جیون کا کلیان کرتے ہیں۔ تت ویتا مہاں پُرشوں کی سمہ درشٹی میں سادھ اور چور کی تمیز نہیں رہتی اور اُن کی پاون پنیت درشٹی اپنے سمپرک میں آنے والے چوروں اور ڈاکوؤں کو بھی سنت بنا دیتی ہے۔ پرم پوجیہ گورودیو سوامی جی مہاراج ایسے ہی تت ویتا مہاں پُرش تھے۔ ہمارا پرم کرتویہ ہے کہ ہم اپنے جیون کو اُن کے اُپدیش کے انوسار ست مارگ پر چلائیں۔ یہی اُن کے پرتی شردھانجلی ہے۔ ساتھ ہی پربھو کی آتم سمرپن ہی ایک ایسا اُتم سادھن ہے جس سے جگیاسو پرم شانتی پراپت کرسکتا ہے۔

انت میں آپ نے سنت سماج اور ودوت منڈلی کے پوتر چرنوں میں سواگت اور شکریہ کے روپ میں اپنے پریم بھرے بھاؤ سمرپت کئے ساتھ ہی باہر سے آنے والے ست سنگی جگیاسو جنوں کا بھی دھنیہ واد کیا جنہوں نے اپنا امولیہ وقت دیکر اس سمیلن کی رونق کو بڑھایا اور اس مہان کاریہ کو پروان چڑھایا۔

شری گورکھ ناتھ جی نندہ۔ سمپادک رسالہ اوم دہلی۔

آپ کے پرم پرشارتھ سے رسالہ اوم دوارا اس بھوتک واد کے یُگ میں ہزاروں ادھیکاریوں کو نت ادھیاتم اور بھگتی رس کا امرت پلایا جا رہا ہے جس سے وہ اپنے جیون کو کرتیہ کرتیہ کر رہے ہیں۔ آپ بھی ۱۰۸ پوجیہ سوامی گوبندآنند جی کے پرم شِشیہ ہیں۔ آپ کے لیکچر کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔"

"مانش جنم بڑے پُنوں اور شُبھ کرموں کا پھل ہے۔ اس کو پراپت کر کے کامل گورو کی شرن میں جانا نہایت ضروری ہے۔ کامل گورو کے بغیر جیون کے لکھش کی پراپتی نہیں ہوسکتی۔ گورو کامل اور شِشیہ عامل ہو تو پھر آتم ساکھشات کار کیوں نہ ہو۔

بقول ویس

گورو روی درپن شاستر ہے لوچن بُدھ سمان
جب ہیاں تینوں ملیں پرتی بمبت ہوئے گیان

گورو دیو میں پُورن شردھا اور سچی عقیدت کی ضرورت ہے سیوا سے ان کو پرسن کرنے سے حقیقی مراد بر آسکتی ہے جس نے اس راز کو سمجھ لیا وہی جیون میں سپھل ہوسکا اور حقیقی آنند اور شانتی کو پا سکا۔ پرم پوجیہ سوامی گوبندانند جی مہاراج بھی ایسے ہی تت ویتا برہم نِشٹھی اور برہم شروتری مہاں پُرش تھے جن کے اپدیش سے میرے جیسے کئی ویکتیوں کا کلیان ہوا۔ اور آج بھی اُن کے گوبند پرکاش میں ورنن کئے گئے اُپدیش سے کئی ادھیکاری اپنے جیون کو سُکھی بنا رہے ہیں۔

(باقی پھر)

اوم اوم

دھرم رکھشک شواجی کی ایک مہلا کے ستتو کی رکھشا

(ایک تاریخی واقعہ)

(از قلم پنڈت جگن ناتھ کھنہ صفی)

۱۶۶۴ء کا واقعہ ہے، گرمی کا موسم تھا، گرم لُو کی دھوپ میں جو جسموں کو جھلس رہی تھی، دو گھوڑ سوار گولکنڈہ سے بیجاپور کی طرف گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے جارہے تھے۔ صرف دو مہینے پہلے چھترپتی شیواجی کی تخت نشینی کی تقریب پر لوگوں کے ہجوم کے ہجوم، رائے گڑھ کی طرف جاتے ہوئے دیکھے جاتے تھے اور تمام سڑک پر بڑی بھاری چہل پہل اور رونق تھی۔ دونوں سوار ایک اُجڑے ہوئے گاؤں کے بعد دوسرے گاؤں کے پاس سے گذر رہے تھے۔ اور ان کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا، ان دیہات میں اب کوئی آدمی رہتا دکھائی نہیں دیتا، کیا وہ سوراج میں نہیں ہیں (یعنی آپ کے راج میں) یہ سوال نیتاجی نے پوچھا۔ اور اس کے ساتھی نے جو خود سیواجی ہی تھے۔ یوں جواب دیا افسوس ہے تو یہ سوراج میں لیکن سرحد سے اتنی دور ہیں کہ ہم مغل ڈاکوؤں سے انکی حفاظت نہیں کر سکتے۔ سورج دیوتا اس وقت جوبن میں تھے، اور دونوں سوار پسینے سے تر ہو کر ایک پیڑ کے نیچے رک گئے۔ اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کہ کہیں کوئی ندی یا کنڈ ہو تو وہاں سے جل پان کرکے اپنی پیاس بجھائیں، سیواجی نے اشارہ کیا کہ وہاں اس خوبصورت سی جھونپڑی کی بغل میں ایک کنڈ ہے۔ وہاں چلکر پانی پینا چاہئے۔ اب دونوں سوار اُس جھونپڑی کی طرف چل دیئے جھونپڑی اُس کنڈ کے عین کنارے پر واقع تھی، لیکن وہ بھی بالکل اُجڑی ہوئی معلوم دے رہی تھی۔ نیتاجی دونوں گھوڑے کنڈ کے کنارے پر لے گئے، وہاں پہنچنے پر ان کے کان میں دھیمی دھیمی سسکنے کی آواز سنائی دی۔ کچھ رک کر انہوں نے اس آواز کو بڑے غور سے سننے کی کوشش کی۔ آواز جھونپڑی کے اندر سے آرہی تھی، اب سیواجی نے اپنے ساتھی کو جھونپڑی کے اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود ایک کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اندر دیکھنے لگے، نیتاجی پھرتی سے دروازہ پر پہنچے اور اندر گھس گئے اور چپ چاپ کھڑے ہوگئے۔ اب وہ آواز انہیں صاف صاف سنائی دے رہی تھی:- دیوی بھوانی، مجھے شما کر دینا، پرنتو اب سوائے آتم ہتیا کے اور کوئی چارہ بھی نہیں جس سے میرا ستتو (عصمت) بچ سکے، سیواجی کا اشارہ پاکر پھر وہ کمرے کے اندر جا پہنچے اور چپکے کھڑے ہوگئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نوجوان مہلا بھوانی کی مورتی کے سامنے اپنے گلے میں پھندا لگا کر اور لٹک کر آتم ہتیا کو تیار ہورہی ہے۔ یہ دیکھکر نیتاجی نے بڑی پھرتی سے اپنی تلوار سے اس کے گلے سے پھندے کو کاٹ دیا۔ پھر بڑے مہربانہ لہجے میں پوچھنے لگے "دیوی، کیا بات ہے جو ایسے بھیانک طریقہ سے اپنا جیون

سماپت کرنے کو تیار ہو رہی ہو ؟

"شری مان جی، کیول اپنا ستتو (عزّت) بچانے کے خیال سے،، لیکن اب تو تمھاری عزّت بالکل محفوظ ہے اسے کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا،" نیتاجی نے یہ لفظ بڑی نرمی سے اپنی زبان سے نکالے، اب تو تم چھترپتی سیواجی کے راج میں ہو۔" راگھوجی انکے جرنیل ہیں، اب کسی کو بھی یہ حوصلہ نہیں ہوسکتا کہ کسی معصوم عورت کا ستت بھنگ کرے، کیا تم نہیں جانتی کہ کل بھرے دربار میں وہ اسے (یعنی راگھوجی کو) راج فوج کا سینا پتی مقرر کرنے والے ہیں،،

راگھوجی کا نام سنتے ہی وہ مہیلا کٹھور ہوگئی اور اس طرح بول اٹھی۔ وہی جنرل راگھوجی خود ہی میری عزّت خراب کرنے کو میرے ستتو پر پرہار کرنیکو تُلا ہوا ہے، میرے پتی دلو راگھوجی کے ماتحت ایک سپاہی تھے اور وہ لڑائی میں ہی اپنی جان کھو بیٹھے، راگھوجی ایک دفعہ انکے ساتھ ہمارے گھر آئے تھے۔ اور اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اب جبکہ میں پتی ہین، ودھوا اور اکیلی رہ گئی ہوں وہ اس سنتھتی کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے میں اکثر اسکی اس ناجائز حرکت کا مقابلہ کرتی رہی ہوں لیکن اس سے وہ اور بھی کام آتر ہوگیا ہے وہ کل ہی میری عزّت پر حملہ کرنے کے لئے آنیوالا ہے، اسی اوستھا میں میرے لئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ میں اپنے جیون کا خاتمہ کرلوں اور اس کے حملے سے اپنی عزّت کو بچالوں۔،،

نیتاجی نے یہ الفاظ بڑی خاموشی اور دھیریہ سے سنے اور مہاراج سیواجی نے بھی کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے، یہ سب کچھ سن لیا، جب نیتاجی دروازے کی طرف بڑھے، تو انہوں نے بڑی آہستگی سے اسے کہا:۔ دیوی، اب تمہیں آتم ہتیا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کل تمھاری عزّت پر کسی حملے کا خطرہ نہیں ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، یہ کہکر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور سیواجی مہاراج سے جا ملا، جب دونوں سوار آگے چل پڑے تو انمیں کوئی بات نہ ہوئی، سیواجی کی آنکھیں فاصلے پر کسی چیز کی تلاش میں مصروف معلوم ہوتی تھیں۔ رائے گڑھ پہونچکر سیواجی نے ایک مختصر سی گھوشنا کی یعنی اعلان کیا کہ کل راگھوجی کے مان میں جو جلسہ ہونے والا تھا اسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔"

ہر ایک شخص یہ سنکر ہکا بکا رہ گیا، اگلے دن رات کے اندھیرے میں ایک گھوڑ سوار قلعہ سے باہر نکلا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ دو اور گھوڑ سوار اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کی سب حرکات سکنات کو بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں، ایک گھنٹہ بعد اس اکیلی جھونپڑی کے دروازے پر جو اس کنڈ کے پاس تھی کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔ دروازہ کھل گیا، اور عورت سخت حالت مایوسی میں پیچھے ہٹ گئی وہ راگھوجی تھا۔ جو اسکی عزّت پر حملہ کرنے کے لئے آپہونچا تھا۔ اب تو اس دیوی کے دل میں یہ خیال آیا کہ کل آنے والے اجنبی کے وعدہ کا کیا مطلب تھا ؟ کمرہ کے اندر گھس کر راگھوجی نے اس کے سوندریہ کا اپنی بھوکی آنکھوں سے پان کیا اور کہنے لگا آج تو میں کبھی واپس نہیں جاؤں گا۔ بغیر تمھارے روپ کے آنند میں پراپت کرنے کے آج تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔،،

سے، کیوں نہیں؟ یہ دو الفاظ چاقو کی طرح کمرے کے اندر سُنائی دیئے۔ یہ سُنکر راگھو جی چکّر کھا کر کھڑا ہوگیا۔ جیسے زمین پر گڑ گیا ہو۔ اس کے سامنے سیوا جی مہاراج کھڑے تھے۔ اور اُن کے پہلو پر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے نیتا جی کھڑے تھے، سیوا جی نے بڑی گھرنا سے یعنی نہایت نفرت آمیز لہجہ میں کہا، راگھو جی، اگر اس عہدہ سے مجھے یہ بات معلوم نہ ہو جاتی تو میں کبھی بھی یہ یقین نہ کرتا کہ میرا ایک بہادر جرنیل ایسے بُرے ارادے رکھنے کا دوشی ہوسکتا ہے۔ راگھو جی سر جُھکائے بُت کی طرح سامنے کھڑا تھا۔ سیوا جی نے پھر یہ کہا:-

راگھو جی میں تجھے اپنی سروس سے موقوف کرتا ہُوں اور تمہیں ابھی اپنے سوراج (سلطنت) سے باہر نکل جانے کا حکم دیتا ہُوں، لیکن نیتا جی نے اِن کے کان میں یہ کہا کہ ایسا کرنے سے آپ ایک قابل جرنیل ہاتھ سے کھو بیٹھینگے۔ سیوا جی مہاراج نے بڑی متانت سے اس کا یوں جواب دیا۔ اگر ایک جرنیل میرے ہاتھ سے نکل جائے گا تو میں کسی اور کو مقرّر کر دونگا۔ لیکن اگر یہ عہدہ اپنی عزّت کھو بیٹھی تو وہ اسے کبھی بھی حاصل نہ ہو سکتی، یہ تھا مہاراج چھترپتی کا اوچیہ آدرش۔ جسکو پورا کرنے کیلئے انہوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔

(صفی)

اوم

ہندو ویر کا پرم چرتر

(شیواجی مرہٹہ کے جیون کی ایک پوتر جھانکی)

اوم
از کوی لوکناتھ دل دہلی

پکڑے ہوئے بچاری کو — دیش کی ابلا ناری کو
لائے شور میں سینک ویر — شکتی شالی مہارنڈھیر
من ہی من مسکاتے ہوئے — من ہی من ہرشاتے ہوئے
اُچھل اُچھل کر آتے تھے — پھولے نہیں سماتے تھے
مہاراج اسکو اپنائیں گے — پرسکار ہم پائیں گے
اس وشواس کو لئے ہوئے — آشا امرت پئے ہوئے

سینک شور میں آئے جب

مہاراج نے دیکھا تب

کلی نوکیلی. کانٹوں میں — گنؤ بھیانک سنگھوں میں
چڑیا خونی بازوں میں — دیوی ہنسک پشوؤں میں
اُدھروں پر سرسائے سمن — اُدھروں سے برسائے سمن
ہوتی میری جننی بھی — اس سُندری جیسی سُندری
مَیں بھی ہوتا. اتی سُندر — لیتا لوگوں کے مَن ہر

اس کی دِشا نہار کے آج
اُٹھکر چھتر پتی شیوراج

بولے دھیریہ کرو دھارن — جان کے بندھن کا کارن
پاس بُلایا سینکوں کو — اور سمجھایا سینکوں کو
رکھا دھ ساہس مت کرنا — دیش کی لاج کبھی مت ہرنا
جس کی ایسی بات سُنینگے — اُس کو پران ونڈ ہم دینگے
اس کو اب سنمان پُوروک — پہنچا دو تم اس کے گھر تک

سُن کر بیٹی مسلمان کی
بات اِک ہندو ویر مہان کی

من ہیں مندمت مُسکاتی — من کے اِکتارے پر گاتی
ان کے اس برتاؤ کے گیت — ان کے مُدھر سبھاؤ کے گیت
دیکھ کے پاون پرم پوتر — ہندو ویر کا پرم چرتر

من ہی من پرشنسا کرتی
ہندو یودھا چھتر پتی کی

اوم

ناستک سرکار کی ہندو ودھی نیتی

اوم

اور بھگوان رام کا اپمان

(از قلم شری جگل کشور گپتا ایڈوکیٹ پردھان راجستھان پردیش سناتن دھرم پرتی ندھی مہا سبھا)

سورگیہ ڈاکٹر امبیڈکر کے 78 ویں جنم دوس سماروہ میں بمقام نگرہ ضلع جھانسی میں بھاشن دیتے ہوئے شری شنکر آنند ڈپٹی ڈائرکٹر لیبر تتھا نیو جن نئی دہلی نے کہا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ رام اچھوتوں ۔ پتتوں سے پریم کرتے تھے اس لئے اُنہوں نے شبری کے جُوٹھے بیر کھائے۔ اصلیت میں ایسا نہیں ہے۔ اُس کی عورت بھاگ گئی تھی۔ شاید شبری بڑی گوری۔ خوبصورت ہوگی۔ اس لئے رام اُس عورت کو چاہنے لگا ہوگا۔ اپنی پیاری کے جوٹھے بیر کون نہیں کھائے گا؟"

یہ الفاظ ہیں سیکولر (دھرم نرپیکش) بھارت سرکار کے اوچیہ ادھیکاری کے۔ جو انہوں نے کھلی سبھا میں بھگوان رام کے پرتی کہے۔ جن بھگوان رام کو کروڑوں ورشوں سے ہندو پربرھم پرماتما مانتے آئے ہیں۔ میں تو ان پنکتیوں کو نوٹ کرنا بھی پاپ سمجھتا ہوں۔ یدی انگریز کا راجیہ بھی ہوتا۔ تو ڈپٹی ڈائرکٹر مہودہ اپنے آپ کو جیل میں سرکاری اسنتھی کے روپ میں پاتے۔ لیکن ورتمان (ناستک اور سیکولر) راج میں جگت گورو شنکر آچاریہ جی مہاراج کے خلاف تو کیس (مقدمہ) چلایا جا سکتا ہے۔ لیکن مندرجہ بالا ڈپٹی ڈائرکٹر مہودہ کے خلاف نہیں۔ چاہے اُن کا اپرادھ صاف طور پر دھارا ۲۹۵ اے بھارتیہ ڈنڈ سنگھتا میں آتا ہو کیونکہ بھارت سرکار سپشٹ روپ میں ہندو ورودھی نیتی کا انوسرن کر رہی ہے۔ وہ اس دیش میں بسنے والے ہندوؤں کو یہ انوبھو کرانا چاہتی ہے کہ اکثریت میں ہونے پر بھی وہ بے بسی کی حالت میں ہیں۔"

لوٹ :- از ایڈیٹر :-

موجودہ کانگریسی سرکار نے اگر ہندوؤں کی دھرم بھاوناؤں کو کچلنے کا ارادہ ترک نہ کیا۔ نیز گئو ہتیا کو بند نہ کیا۔ تو ایک بھی ہندو کہلانے والا شخص اپنے ووٹوں کے ذریعے ان ناستک لوگوں کو برسر اقتدار آنے نہ دیگا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ جن ہندوؤں کی ووٹوں سے ان کو راجیہ ملا۔ اُن کو ہی یہ لوگ ذلیل کر رہے ہیں۔ اور اب مسلم لیگ جیسی فرقہ پرست اور کمیونسٹ جیسی دیش دروہی پارٹیوں کے ساتھ

گٹھ جوڑ کر کے دیش کا ستیاناش کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جن لوگوں نے دھرم اور اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیا ہو۔ اُن کی بدھی بھرشٹ ہو جاتی ہے۔ "وناش کالے وپریت بُدھی" اس لئے وہ دشمن کو سجن اور سجن کو دشمن بنانے لگتے ہیں۔ کاش کہ آج مہاتما گاندھی ہوتے اور ان لوگوں کو راہ راست پر لاتے۔

حکومت کے نشہ میں سرشار لوگ اپنی عاقبت کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اور جب حکومت ہاتھ سے چلی جاتی ہے تو پھر پچھتاتے ہیں:-

گُڈی سدا اکاش نہ چڑھی رہندی حُکم سدا نہ کسے دے رہن جاری
بولن سدا نہ بُلبلاں وِچ باغاں رہندی سدا نہ رُت بسنت پیاری
پت جھڑ وی آوندی سماں پا کے ہُندی ورکھا وی گرمی جد پئے بھاری
دُکھ سُکھ دوویں نال و نال چلدے دن رات وی جویں ہے بنی واری
سُکھ چین وِچ بھُل نہ جائیں دا اے بھلے وقت نہ دلوں گھبرائیدا اے
دوہیں حالتیں وِیرا ڈول رہ کے سدا اپنا فرض نبھائیدا اے

(بنسی دھر ویر)

بھگوان رام اور شری لکشمن کے چرتر پر کٹاکش کرنے والے جو ہندو دھرم گرنتھوں سے اَن بھگیہ یعنی انجان (جن کے لئے سنسکرت کی تعلیم ۔ کالا اکشر بھینس برابر ہے) راون کی طرح آہنکار میں آ کر اناپ شناپ کہہ رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے جذبات کو بھڑکا رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے رامائن پڑھی یا سُنی ہوتی تو بھگوان رام پر ایسا آروپ نہ لگاتے۔

راون کی بہن سُروپ نکھا اپنا سُندر رُوپ بنا کر رام کے ادبھت اور آکرشک رُوپ کو دیکھ کر موہت ہو گئی اور رام کو مخاطب ہو کر مسکراتی ہوئی بولی:-

تم سم پُرش نہ مو سم ناری یہ سنجوگ بدھی رچا وِچاری

نہ تو تمہارے سمان کوئی پُرش ہے۔ نہ میرے سمان استری۔ ودھاتا نے یہ سنجوگ (جوڑا) بہت وِچار کر رکھا ہے۔

مم انو رُوپ پُرش جگ ناہیں دیکھیوں کھوج لوک تہوں ناہیں
تاتیں اب لگ رہیوں کُماری منو مانا کچھ تمہیں نہاری

میرے یوگیہ پُرش (ور) جگت بھر میں نہیں ہے۔ میں نے تینوں لوکوں کو کھوج دیکھا۔ اسی سے میں اب تک

کنواری رہی۔ اب تم کو دیکھکر من مانا ہے۔

رام نے جواب دیا کہ اے سندری۔ میں تو شادی شدہ ہوں۔ یہ میری استری سیتا موجود ہے۔ پھر وہ لکشمن جی کے پاس گئی۔ اور اُن سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ پر نتو اُنہوں نے بھی صاف انکار کر دیا۔ پھر اُس نے اپنا بھینکر روپ دھار کر سیتا جی پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لچھمن جی اُس کے اس ارادہ کو فوراً بھانپ گئے اور اس نرلج اور کامک استری کے ناک اور کان کاٹ دیئے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رام اور لکشمن کا چرتر کتنا اونچا تھا۔ کہ راون جیسے پرتاپی راجہ کی بہن جو کہ اتی خوبصورت بن کر آئی تھی اور خود ہی کام آتر ہو کر دونوں بھائیوں کو شادی کیلئے پر ہرنا کر رہی تھی۔ اُسکو ٹھکرا دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ رام مریادہ پرشوتم ہیں۔ دھرم کی رکھشا کے لئے سنسار میں پرگٹ ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ دھرم مریادہ کا اُلنگھن کرنے والے راکھشی پرکرتی کے لوگ ہیں۔ اُن کا قلع قمع کرنے کے لئے اُنہوں نے دھنش بان ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ ۱۴ سال بنباس کے لمبے عرصہ میں اپنی دھرم پتنی کے موجود ہونے پر بھی اُنہوں نے برہمچریہ دھارن کیا۔ اور لکشمن جی نے اپنی بھرجائی کا مُنہ تک نہ دیکھا۔ بلکہ ہمیشہ اُن کے پاؤں میں ہی اپنی نظر رکھی۔ جس کا ثبوت موجود ہے۔ کہ جب راون سیتا جی کو آکاش مارگ سے لے جا رہا تھا تو سیتا جی نے اپنے زیور زمین پر پھینکے۔ جو کہ سگریو کی سینا نے اکٹھے کئے۔ جب شری لکشمن جی کو رام نے اُن زیوروں کو پہچاننے کے لئے کہا۔ تو جواب ملا کہ صرف پاؤں کے زیور ہی میں پہچان سکتا ہوں لیکن چہرہ کے نہیں۔ کیونکہ ماتا سیتا کے چہرے کی طرف میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

یہ تھا اُن مہاں پرشوں کا کیریکٹر جن پر آجکل کے نااہل اور بے علم مغرب زدہ لوگ کٹاکش کر کے ہندو جنتا کے سینہ میں نشتر چبھو رہے ہیں اور ہندوؤں میں نفرت پیدا کر رہے ہیں۔ ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کو حکومت میں شامل کرنا دیش کے لئے خطرناک ہے۔ اب جبکہ ہماری مہارانی اندرا پبلک میں اعلان کر چکی ہے کہ وہ ہندو ہے۔ اُس کا فرض ہے کہ وہ ہندوؤں کے جذبات کو بھڑکانے والے ایسے اصحاب کا مُنہ بند کرے ہندوؤں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور اب وہ اپنے مہاپرشوں کا اپمان برداشت نہیں کر سکتے۔“

اوم

اوم

(رتن رامائن کا ایک ورق)

آدرش بھکتنی شبری

(از قلم پنڈت رتن چند رتن)

ذات کی اک بھیلنی جس کا کہ شبری نام تھا ۔۔۔ لوحِ دل پر نام اُسکے رام کا ارقام تھا
چلتے پھرتے بیٹھتے وردِ زباں شری رام تھا ۔۔۔ نہ کسی سے واسطہ مطلب تھا نہ کچھ کام تھا

صاف کر دیتی تھی رستے پیشتر پربھات کے
نزد کُٹیاؤں کے رکھ دیتی تھی ایندھن کاٹ کے

اک رشی نے دیدیا اُپدیش اُسکو رام کا ۔۔۔ کاٹ ڈالا اُس نے پھندا گردشِ ایام کا
شُدھ ہردے کر دیا امرت پلا کر نام کا ۔۔۔ کر دیا مختارِ کُل کُٹیا کے خاص و عام کا

اور کہا کُٹیا ہے تیری مالکِ ہر دو جہاں
خود بخود آجائینگے ہردے میں رکھ اُنکا دھیان

انتظارِ رام میں رہتی تھی وہ شام و سحر ۔۔۔ صاف کرتی راستے پھل پھول لاتی توڑ کر
آج وہ آئے نہیں آئیں گے اب روزِ دگر ۔۔۔ بس اسی اُمید پر مُدت گئی کافی گذر

چھڑکتی پانی کبھی گوبر سے زمیں لیپتی
کام روزانہ یہی تھا اور یہی اک ٹیک تھی

گھومتے پھرتے پھراتے ایکدن شاہِ جہاں ۔۔۔ بھیلنی کے آشرم میں آگئے خندہ دہاں
دیکھتے ہی لِٹ گئی چرنوں میں ہو کر شادماں ۔۔۔ بند تھی اُسکی زباں آنکھوں سے تھے آنسو رواں

پریم کی پُتلی پجارن پریم میں ڈوبی ہوئی
تھی چکی ہستی کو اپنی دیکھ سیتی ہو رہی

پھر اُٹھی اور اُٹھ کے دَوڑی۔ دَوڑی دَوڑی لائی جل — چرن دھوئے پریم سے بیٹھے کھلائے پھول پھل
رام کو پرسن کر جیون کیا اپنا سپھل — حسن و محسوسات ہردے سے گئے فوراً نکل

رام بولے اس قیامِ بن میں پھل کھائے کئی
اس قدر شیرینیُ لذّت مگر اک میں نہ تھی

بھیلنی بولی پربھو مجھ میں لیاقت کچھ نہیں — بے علم ہُوں نطق میرے میں لیاقت کچھ نہیں
نیچ کی بیٹی کے تن میں جز حماقت کچھ نہیں — کارِ خدمت کیا کروں سیوا کی طاقت کچھ نہیں

سادگی کی گفتگو میں اثر مقناطیس تھا
جس کے سنتے ہی بڑا دل خوش ہوا جگدیش کا

رام بولے ذات کا جھگڑا نہیں میں جانتا — اور نہ ہوں علمی لیاقت کو ہی میں پہچانتا
نیچ سے نفرت نہیں نہ اونچ سے کچھ ماننا — پریم کا ہوں میں پجاری پریم کو ہوں مانتا

پریم میں ڈوبے ہوئے کو خود پکڑ لیتا ہوں میں
اپنے ہرنے سے لگا سنشٹ کر دیتا ہوں میں

جو کتھا پرسنگ اور ست سنگ میں من جوڑ کر — کیرتن کرتا ہے میرا مان اپنا توڑ کر
جاپ درڑھ وشواس کا کرتا ہے آپا چھوڑ کر — چھل کپٹ سے اسے رتن دیتا ہے جو منہ موڑ کر

وہ سما جاتا ہے مجھ میں بے شبہ اور بالیقیں
فلسفہ منطق ریاضی کی ضرورت واں نہیں

شبری بھگوان رام کا پریم بھرا سندیش سُنکر پاؤں پکڑ کر رونے لگی اور پھر چپ ہو گئی۔ بھگوان نے دیکھا کہ اُس نے اُنکے ملاپ کے آنند میں پران تیاگ دیئے ہیں۔ شبری بھگتی کے آدرش کا نمونہ تھی تپ اور بھجن سے اُس کا شریر ہڈیوں کا پنجر بن چکا تھا۔ بھگوان رام کے درشن سے وہ کرت کرت ہو گئی اور ناشوان

اوم

دو مسلمان بھکتوں کا الوکک پریم

(از قلم شری جگن ناتھ "کھنہ" صفی)

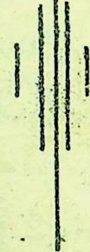
منہتم صاحب ایک مسلمان بھگت تھے۔ ایکدن وہ شری ناتھ دوارہ مندر راجستھان میں درشنوں کیلئے پہنچے، لیکن پجاری نے انہیں درشنوں کا موقعہ نہ دیا۔ اور وعدہ کیا کہ کل آپکو ضرور درشن کراؤنگا۔ چنانچہ وہ اگلے دن وقت مقررہ پر مندر پہنچے۔ لیکن انہیں معلوم ہوگیا کہ پجاری نے ایک گھنٹہ پہلے ہی درشن بند کر دیئے تھے۔ وہ نہایت مایوس ہوئے اس حالت میں ان سے رہا نہ گیا۔ اور بہت درد آمیز آواز اور لہجہ میں بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگے کہ مجھے پربھو آپ بھی فرقہ پرستی کا شکار ہو گئے۔ میں درشنوں کے لئے ترس رہا ہوں اور مندر کا دروازہ ہی نہیں کھلتا"۔ یہ سنکر بھگوان نے اُسے درشن دیکر کرتارتھ کیا۔ اصل میں بات بھگت کی اپنی بھاونا ہے۔ اگر وہ کیول بھگوان کی پراپتی کے لئے ہی ہو! اور کوئی دھن، نام اور ایمان وغیرہ کی خواہش کے زیر اثر کوئی ڈھونگ نہ رچا گیا ہو۔ تو پربھو نت کھشن اُسے سنتے ہیں اور اپنے بھگت کے ہردے کو آنند کی ندھی (خزانے) سے بھر دیتے ہیں۔

(۲)

اُسی مندر شری ناتھ دوارا کی ایک اور گھٹنا قابل ذکر ہے، یہ واقعہ سنہ ۱۹۵۲ء کا ہے، وہاں کے ایک کُنجڑے نے ٹھاکر جی کے لئے کچھ آموں کے پیڑوں کو آرکھشت (محفوظ) کر دیا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہوئی کہ اُن آموں میں جو وہاں لگے ہوئے تھے کیڑے پڑ گئے، باقی کے پیڑ جو زیر رو نہیں کئے گئے تھے۔ بالکل ٹھیک رہے۔ جس دن ٹھاکر جی کو آموں کا بھوگ لگانا تھا، اور وہ تیار نہ ہو سکے تو اس کنجڑے نے برت کر دیا یعنی بھوک ہڑتال یا انشن سات دن تک۔ پانی تک بھی گرہن نہ کیا، ساتویں روز جب بھگوان کے بھوگ کا وقت ہوا۔ اور اُن کے سامنے بھوگ پدارتھ رکھے گئے تو بھگوان اپنی من موہنی چھٹا سے اُس برت دھاری کنجڑے کے سامنے پرگٹ ہوئے اور وہ سب بھوگ پدارتھ اُسکے سامنے رکھکر کہنے لگے کہ تم اب روزہ کھول دو۔ چاندی کی صراحی جو جل سے بھری ہوئی تھی۔ وہ بھی اس کے ارپن کر کے آپ الوپ ہو گئے"۔ کنجڑا ہکا بکا رہ گیا اور پربھو کی آگیا پالن کر کے اپنا روزہ کھول دیا، صبح اُٹھکر اُس نے دیکھا کہ سب آم بھی ٹھیک ہو گئے ہیں۔ اب تو اسکی خوشی کی کوئی سیما نہ رہی، اُس نے آم اُتارے اور اونٹ پر لاد کر اور وہ صراحی بھی اس کے گلے میں لٹکا کر مندر پہنچا اور وہ آم پجاری کے بھینٹ کئے۔ پجاری وہ صراحی دیکھکر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ بھئی تم نے یہ ٹھاکر جی کی صراحی کیوں چرائی تھی۔ یہ سنکر کنجڑے نے کہا کہ مہاراج میں نے اسے چرایا نہیں تھا یہ تو ٹھاکر جی نے خود ہی میرے حوالے کی تھی، اور حکم دیا تھا کہ میں پانی پی لوں، کنجڑے کی یہ بات سُنکر پجاری کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی"۔ وہ کنجڑا اس کے کئی سال بعد تک بھی زندہ رہا"۔ صفی"

"پوجا اور فریب"

از قلم شری رام لعل سالک
چنڈی گڑھ شاگرد رشید
شری سوامی راما نند جی
پرم ہنس یوگی راج)"





رخ اول

کہنے کو تو مندر و مسجد میں بھگوان کی پوجا ہوتی ہے،
چھائے ہیں جن کے بندے وہاں، پکوان کی پوجا ہوتی ہے

یہ ایک فریب دلکش ہے، جو تسبیح تلک سجائے ہیں
جب پردہ خلوت میں جائیں، شیطان کی پوجا ہوتی ہے

انسان میں مَنش اور آن نہیں اور فرض کی کچھ پہچان نہیں
مشکل سے وہ دل ملتا ہے جہاں ایمان کی پوجا ہوتی ہے،

اک وقت تھا جب یہ سر اپنا بس نام خدا پہ جھکتا تھا
آیا ہے زمانہ اب ایسا، سلطان کی پوجا ہوتی ہے

اک دورِ آسودہ تھا ایسا، جی بھر کھانے کو ملتا تھا
ہیں فکر معاش میں سرگرداں، اب نان کی پوجا ہوتی ہے

اک وقت تھا صحبت فقرا میں ہم درس عرفاں کا لیتے تھے
اب وید قرآں ہیں دھرے پڑے، جزدان کی پوجا ہوتی ہے

یہ کیا بے رحمی دنیا ہے، یہ کیسا دور جہالت ہے
زندہ کو تو ٹھکرائے دنیا بے جان کی پوجا ہوتی ہے

جی سکتا ہے وہ اس دنیا میں جینے کے جو قابل ہوتا ہے
کمزور تو کچلے جاتے ہیں، بلوان کی پوجا ہوتی ہے

رخ دوم

اس مذہب عشق میں ایسی کبھی مجبوری دل ہو جاتی ہے
معبود کو ملنے کی خاطر، دربان کی پوجا ہوتی ہے

ویسے تو نہیں مے پیتا ہوں، گر ساقی پلائے پی جاؤں
ساقی کی خوشی ہم کرتے ہیں، پیمان کی پوجا ہوتی ہے

ہم بندۂ عشق ہیں اے ناصح، ہم کو تو سکوں درکار نہیں
جی جاں سے گذرنے کی خاطر، طوفان کی پوجا ہوتی ہے

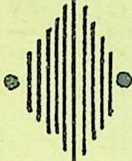
ہیں آتما نت او ناشی ہوں، یہ جسم میرا گھر فانی ہے
اس گھر کو بنائے رکھنا بھی، مہمان کی پوجا ہوتی ہے

ہر مندر ہر کا مندر ہے، اک ہر ہر اک کے اندر ہے
جس در پہ بھی ہم سجدہ کر دیں، بھگوان کی پوجا ہوتی ہے

پریتم تو میرا ہرجائی ہے، ہر نام اور روپ میں بستا ہے
ہم اس کی نظر سے دیکھیں اسے، کیا شان سے پوجا ہوتی ہے

سالک ہے میخانہ ساقی سے پی کر وہ نظر مل جاتی ہے
ہر اک میں سراپا ہر دیکھیں، انسان کی پوجا ہوتی ہے"

(اوم)





قسط نمبر ۶

باوالال جی!

(از قلم شری خیراتی رام جی پوری)

اُنہوں نے شری دھیان پور پہنچکر اس طریقہ بیراگ کو پسند کیا اور عرض کی کہ ہمکو بھی دوار کا سے گوپی چندن اور بازوؤں پر چھاپہ لگوانے کا حکم صادر فرمایا جاوے۔ باوالال جی نے جو طریقہ عبادت سوامی چیتن جی نے شری ستگور باوالال دیال کو اُپدیش کیا تھا اسی پر کاربند رہے۔ اور ان میں سے بیشتر چھ درشن کو چھ شاستر جان کر ہی بھگوان میں شردھا دھارن کرنے لگے۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں کہ مالا اور گودڑی سے نام کی مستی نہیں ملتی یہ تو شراب وحدت (گیان دھیان دینے والے) بیچنے والے سے ہی طلب کر۔

تسبیح و طریقہ لذت مستی نہ بخشدت ۔ ہمت دریں عمل طلب از میفروش کن

شری شکدیو جی کی کتھا جو کہ عام جنتا جانتی ہے سُنائی۔ کہ جب وہ بارہ سال کے بعد ماں کے شکم سے باہر آئے تو اُس وقت بیراگ لیکر دنیا سے کنارہ کش ہو کر آبادی بطرف جنگل روانہ ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد اندر سے آواز آئی کہ گورو کے بغیر مکتی نہیں ملتی۔ اور اسوقت راجہ جنک سے بہتر گورو ملنا محال ہے۔ شری شکدیو جی راجہ جنک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گیان کے اُپدیش کے لئے پرارتھنا کی۔ راجہ جنک نے دل میں خیال کیا کہ یہ شخص تو جنم سے ہی بیراگی ہے اور دنیا کی لذتوں سے ناآشنا ہے۔ مگر دوسری جانب میں ایک گرہستی ہوں۔ اس کو کسی حیلے سے ٹال دیا جائے۔ اس مدعا سے اُنہوں نے شکدیو جی سے سوال کیا کہ تعلق بہتر ہے یا تجرد (دنیا میں رہنا اور گرہستی بننا یا اکیلا یا برہمچاری رہنا) شری شکدیو جی بہت گیان وان اور زیرک تھے سوچنے لگے کہ اگر تعلق یعنی دنیا داری کہوں تو جواب مل سکتا ہے کہ آپ تو آزاد ہیں اور تکلیف اُٹھاتے ہیں آپ گھر پر رہیں۔ اگر جواب دوں کہ اکیلا اور برہمچاری رہنا بہتر ہے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ پھر اس گورشش کے سلسلہ کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سے تو تعلق ہی بنے گا۔ اور میں گرہستی ہوں اور آپ آزاد ہیں۔ ان تمام باتوں پر غور کر کے جواب دیا کہ ان ہر دو سوالات کا جواب تو سمجھ (گیان) پر ہی منحصر ہے۔ اور بدھی سے جو نتیجہ کر لیا جاوے وہ بہترین ہوگا۔ اور اس بھگوان کا گیان پراپت کرنے کیلئے ستگور جو اس گیان میں پری پورن ہو اُپدیش لینا لابدی ہو جاتا ہے۔ راجہ جنک نے ان کو برہم گیان کا اُپدیش دیا۔ دوسری ایسی مثال مہاراجہ بھرتری کی ہے۔ جب مہاراجہ بھرتری تارک تخت و تاج ہو کر جنگل میں بھگتی کرنے لگے تو کچھ عرصہ بعد دوسرے بھائی مہاراجہ بکرماجیت سے ملے تو مہاراجہ بکرماجیت نے کہا کہ آپ دنیا کے لوازمات سے منہ موڑ کر سب لذتیں ترک کر کے جنگل کو چل دیئے۔ اور ہم اسی دنیا میں گرفتار رہے۔ اور اُس بھگتی سے محروم رہ گئے۔ تو مہاراجہ بھرتری نے جواب دیا کہ تمہارا ترک (ویراگ) ہم سے بہتر بلند ہے۔ ہم نے

تو دُنیا کے عیش کے سامان ہی ترک کیے۔ مگر آپ نے تو سورگ تک بھی ترک کر دیا ہے۔
غور سے اگر دیکھا جائے تو جو آدمی عیش کے سامان ترک کر دیتا ہے۔ مگر دل سے عیش ترک نہیں کرتا۔ اُس سے وہ شخص بدرجہا بہتر ہے۔ جو دُنیا کے انہی عیش کے اسباب کے درمیان اقامت رکھتا ہوا بھی دل سے ترک کر دیتا ہے۔ اور وہ اس تیاگ کے پھل سے سرفراز ہوتا ہے۔ مگر دُوسرا جو دل سے ترک نہیں کرتا کامیاب نہیں۔ آگے فارسی میں تحریر کیا گیا ہے۔ کہ جب تک میں اور تو کا خیال ہے یعنی خود پرستی باقی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں نفس (اہم بھاو) کو ختم کر دوں۔ مگر جس چیز سے وہ توڑا توڑنے والا تو ابھی باقی ہے۔ (یعنی من) مطلب یہ ہے۔ کہ من کی ایسی سادھنا کرے کہ وہ خود بخود سیدھے راستے (بھگتی اور گیان) کی طرف راغب ہو۔ گو میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ میں نے دُنیا کو ترک کر دیا ہے۔ اور خرقہ فقیری اوڑھ لیا ہے۔ دُنیا کے عیش و آرام چھوڑے۔ مگر فقیری کے ساز و سامان میں گرفتار ہو گیا۔ اس کو ترک نہیں کہتے۔ (جھولی۔ تونبہ۔ چمٹا کی حفاظت کرنا پڑی۔ ترک (ویراگ) کا تعلق دل سے ہے کسی ورن یا آشرم سے نہیں۔ جبتک انسان کا من اس ویراگ کی چاشنی میں ڈوب نہیں جاتا اور دُنیا کی آلائشوں سے پاک ہو کر نیک اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اُسے بھگوان کا ساکشات کار نہیں ہو سکتا۔ دُنیا میں کوئی ہی ایسا شخص ہوتا ہے جس نے شراب وحدت کا مزا لیا ہو اور اس اور اگلی دُنیا کو بالکل بھلا دیا ہوا ہو۔

جب بابا کانشی رام اس طور بابا لال سے سرفراز ہو کر گیان میں پختہ کار ہو گئے۔ تو ایک دن دوران یاترا سوہدرہ (جو آجکل پاکستان میں ہے۔) قیام کیا۔ اس اثنا میں شاہزادہ بلند اقبال داراشکوہ جو عازم کشمیر تھے۔ مقیم ہوئے۔ اور اس باغ میں تشریف لائے جہاں بابا کانشی رام بیٹھے ہوئے تھے۔ اور شاہزادے کا حکم تھا کہ فقیروں کو خواہ مخواہ کسی جگہ قیام سے روکنا نہ چاہیے۔ ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد شہزادہ داراشکوہ بابا کانشی رام و دیگر سنت جو وہاں اقامت پذیر تھے اُنکے پاس تشریف لائے۔ اور سوال کیا کہ آپ کونسے فرقہ کے سادھو ہیں۔ بابا کانشی رام نے جواب دیا کہ ہم فرقہ ویراگ کے سادھو ہیں۔ شہزادہ نے کہا کہ بیراگ کا کیا مطلب ہے؟ بابا کانشی رام نے جواب دیا کہ جو دُنیا کو ترک کر دے۔ وہ بیراگی ہے۔ شہزادہ نے سوال کیا کہ آپ نے کس چیز کا ترک کیا ہے؟ اس پر بابا کانشی رام نے جواب دیا۔ کہ ترک دُنیا کی ہوس اور خواہشات سے کنارہ کشی ہے نہ کہ لباس ترک دینے سے (باقی پھر)



SHIVAJI

MONTHLY 'OM' DELHI.
Vol. 37 OCTOBER 1970 Regd. No. D—209

اوم اوم

فہرست کتب

دھارمک رسالہ اوم دہلی سے مندرجہ ذیل کتب منگوا کر جیون کو سپھل بنائیں

پرشوتم انک سنہ ۱۹۶۴ء تقریباً پچاس ۵۰
مضامین کا مجموعہ قیمت اڑھائی روپے
آستک ناستک سنواد سوامی
شوانند جی. قیمت صرف 25 پیسے
برہمچریہ (ڈرامہ) قیمت صرف 50 پیسے
رام درشن (با تصویر) قیمت سوا روپیہ
لندن یاترا اور مرتک آتماؤں کے
ساتھ وارتالاپ قیمت 60 پیسے
روحوں کی دنیا $3\frac{1}{2}$ روپے
شریمد بھگوت گیتا مجلد. مترجم و
تشریح از شری رام لال پرمارتھی. $4\frac{1}{2}$ روپیہ
یوگ واشسٹ سار اردو. 3/ روپیہ
گیتا منظوم. از خواجہ دل محمد ایم اے پرنسپل
شلوک وار منظوم ترجمہ ہے قیمت 3/=
جپ جی و سکھمنی صاحب منظوم. از
خواجہ دل محمد صاحب ایم. اے (3/50)
تلسی رامائن مکمل با تصویر مجلد اردو
سلیس زبان میں بمعہ شلوک اور ترجمہ 10/50
پربھو کے ساکشات درشن. ایک روپیہ
تقدیر اور تدبیر کا ایکس رے. ایک روپیہ
ستیہ درشن مصنفہ پروفیسر نرمل چندر جی)
قیمت رعایتی دو روپے 2/=
گوبند پرکاش (ہندی) قیمت روپے

وویک چوڑامنی اردو $2\frac{1}{2}$ روپے
وچار مالا ایک روپیہ ویدانت بودھ 20 پیسے
آتم جگیاسا. 20/. رام گیتا. 15 پیسے
میں کون ہوں. 10 پیسے
آتم اناتم وویک 10 پیسے
کلام مضطر. 50 پیسے
پرمانند کی پراپتی 70 پیسے
برھم سوتر ہندی 16 روپے
گوبند پرکاش (ہندی) مصنفہ شری سوامی
گوبند آنند جی مہاراج. صفحات 640
قیمت لاگت کے مطابق $3\frac{1}{2}$ روپے
ہمنا. دھرم کی عظمت اردو دو روپے
انوبھوتی پرکاش ہندی اپدیش بھاگ 7/. روپے
انوبھوتی پرکاش ہندی پنچند بھاگ 8/ روپے
شریمد بھاگوت گیتا. مترجم بخشی نرسنگھ داس
چھ بھاگ. قیمت $6\frac{1}{2}$ روپے
رتن رامائن [illegible] روپیہ رتن گیتا [illegible]
حقیقی [illegible]
لطف زندگی کا منشی رام جی جاولہ 2/=
امرت کنڈ. قیمت ڈیڑھ روپیہ
البشان. قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ
اے مسلم بھائی. قیمت ڈیڑھ روپیہ
آدرش گرہستھ. قیمت ایک روپیہ
پریت سنیہے. قیمت دس آنے

گنگا کی لہریں. قیمت ڈیڑھ آنے
آدرش مانو (ہندی) قیمت چھ روپے
امرت بندو (ہندی) " ۱۲ آنے
من جیتے جگ جیت (ہندی)
قیمت تین روپے (3/=)
آدرش پریوار (ہندی) قیمت تین روپے
روحانی مکالمہ. سوامی شنکر آچاریہ جی
کی مشہور کتاب پرشنوتری کا اردو منظوم ترجمہ
قیمت صرف 37/. پیسے
ساگر سنگیت موسومہ بحر ترنم. شری
سی آر داس کا شاہکار قیمت (1/50)
صادر کی گیتا. موسومہ بھگوت گیتا منظوم
ا. مہاتما لچھمن پرشاد جی صادر قیمت 1/ نذر
گجیندر موکھش منظوم قیمت 37 پیسے
پردہ مجاز. منشی پریم چند قیمت 6/=
[illegible] رانی. 1/50
3/= خواب خیال 3/8/=
[illegible]. قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے
روحانی اشارے. ایک روپیہ چار آنے
سائیں کے سو خیال. ایک روپیہ آٹھ آنے
کبیر بھجناولی. قیمت دو روپے چار آنے
سولہ سنگار. پانچ روپے 5/
بیوی اور بیسوا. کشن چند زیبا 1/8/=

Sood Litho Press. Pataudi House, Darayganj, Delhi Phane : 274437